ہم عصر خواتین
حقائق وعزائم کے درمیان

ترتیب واشراف

الاستاذ انور حمد الحمد، الاستاذ تمام احمد الصباغ، دکتور محمد الامین والدسید المختار

مترجم

ضیاءالدین قاسمی ندوی خیرآبادی

نام کتاب: ہم عصر خواتین-حقائق وعزائم کے درمیان
ترتیب واشراف: الاستاذ انور حمد الحمد، الاستاذ تمام احمد الصباغ،
دکتور محمد الامین ولد سید المختار
مترجم: ضیاء الدین قاسمی ندوی خیر آبادی
کمپوزنگ: محمد سیف اللہ
صفحات:
قیمت:

ناشر

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

حرف آغاز	استاذ انور حمد الحمد
خواتین اور خدمات عامہ	دکتور محمد عمارہ (مصر)
معاشرہ کی تربیت میں عورت کا کردار	دکتورہ سعاد رحائم (مراکش)
ہم عصر معاشرہ میں عورت کا کردار	نزہت طلعت عصر (مصر)
کیا اسلامی قانون میں عورت کی حق تلفی ہوئی ہے	دکتور سعید کامل معوض
کیا حقوق نسواں کا مسئلہ مردوں کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہے	دکتور محی الدین عبدالحلیم (مصر)
اسلام میں عورت سے متعلق وہموں کا رد	دکتور محمد سعید رمضان البوطی (سوریا)
عورت اسلامی تہذیب اور اندھی تہذیب کے درمیان	دکتور سید کامل معوض
خاتون اسلام آزادی اور فریب کے درمیان	عطیہ فتح الوشی (مصر)
عورت اسلامی بیداری اور مغربیت کے درمیان	غازی التوبہ (فلسطین)
اسلامی ممالک اور مغربی ممالک میں عورت کی حالت کا موازنہ	اسامہ احمد البدر
عورت اور میڈیا (نسوانیت کے سوداگر)	سعاد لعماری مراکشی
اسلامی تحریک میں مسلم خاتون کو درپیش مشکلات	ایمان احمد حسین (مصر)

دختر اسلام اور اندھی تقلید	لیلی عبدالرحمٰن (سوریا)
عورت اور رفاہی خدمات	دکتور زید بن محمد الرمانی
یورپ میں عورتوں کو زدوکوب کرنا پسندیدہ عمل	نبیلہ عبدالعزیز حولی (مصر)
اسلام میں عورت کے جذبات کی رعایت	محمد رشید العوید (سوریا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد!

عورت چونکہ معاشرۂ انسانی کا نصف اور اولاد کی تعلیم وتربیت کا اہم ستون اور مردوں کے لئے زندگی کی زینت ہے، اسی وجہ سے اسلام نے صنف نازک کے تمام چھوٹے بڑے امور ومسائل پر خصوصی توجہ صرف کی ہے، اور زندگی کے تمام میدانوں میں خواتین کے قائدانہ اور بنیادی کردار کو مستحکم کیا ہے، محمد عربی ﷺ کا یہ ارشاد کتنا بلیغ اور حکیمانہ ہے، جبکہ ایک شعر میں آپ ﷺ نے حضرت انجشہ سے فرمایا: انجشہ، آبگینوں کا خاص خیال رکھو، اونٹوں کو اطمینان سے چلاؤ۔

رسول اللہ ﷺ کے اس حکیمانہ کلام میں ہمارے لئے بہت ہی جامع اور ارفع اصول ومنہج ہے کہ صنف نازک کے ساتھ کس قدر لطف ومہربانی کا معاملہ کرنا چاہئے، آپ ﷺ نے عورتوں کی نازک اندامی اور آبگینوں کی لطافت کے درمیان انتہائی، مہذب تشبیہ دی ہے کہ جس طرح آبگینے اتنے نازک ولطیف ہوتے ہیں کہ ذرا سی سخت گرفت سے چکنا چور ہوجاتے ہیں اسی طرح صنف نازک تخلیقی اعتبار سے انتہائی نازک حساس ولطیف مخلوق ہے، جس سے موثر نرم وشیریں لب ولہجہ میں گفتگو کرنے اور اس کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اپنی قوم وسوسائٹی اور دین ومذہب کے تئیں وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو بحسن خوبی ادا کرنے پر قادر ہوسکے کہ خواتین، مردوں کا نصف بہتر اور نسل انسانی کی تربیت کرنے والی اور ملک وقوم کے

ہبروںز پیدا کرنے والی ہیں۔

ہم فی الوقت انتہائی پرآشوب، الحاد وارتداد اور شرور وفتن سے لبریز زمانہ میں زندگی گزار رہے ہیں، اب وقت آ گیا ہے کہ کامل فہم وفراست کے ساتھ دین وایمان پر پوری توجہ دیتے ہوئے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں معاشرہ وسماج کی سنجیدہ تربیت کی کوئی راہ نکالیں۔ اس لئے کہ ایک کامیاب وصالح معاشرہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جبکہ خواتین اسلام اپنی اولاد اور گھر پر ذمہ دارانہ توجہات صرف کریں کیونکہ امت کی نئی پور کی نرسری اور پہلا مدرسہ یہی مائیں ہیں۔

حکومت کویت کی وزارت اوقاف اور اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات نے شدت سے ان تمام مراحل کی مشکلات کو سمجھا اور محسوس کیا، جن سے خواتین اسلام کو اس وقت گزرنا پڑ رہا ہے، اور بار باران کے سامنے حالات چیلنج بن کر آتے رہتے ہیں لہذا وزارت اوقاف نے عورتوں کی بیداری اور سماج کی ترتیب وتشکیل کے پلانوں میں ان کو شریک کار کرنے کی غرض سے اپنی سرگرمیوں، پروگراموں اور ترقیاتی منصوبوں میں بہت زیادہ اضافہ کردیا ہے، اور اس کے لئے ادارۃ التنمیۃ الأسریۃ کے نام سے باقاعدہ ایک محکمہ قائم کردیا ہے۔ جس کی اکثر سرگرمیاں خواتین کی فلاح وبہبود پر مرکوز ہیں۔

ادارۂ مجلّہ ''الوعی الاسلامی'' اسلامی ثقافت کے شعبہ جات میں سے ایک شعبہ ہونے کے اعتبار سے، ملک کے مختلف شعبہ جاتی اداروں کے ربط وتعاون سے وزارت اوقاف کی طرف سے عورتوں کے لئے تیار کردہ حکمت عملی کے نفاذ کی بھرپور کوشش کر رہا ہے، اور اس سلسلہ میں اعتدال کی راہ پر گامزن ہے۔

مجلّہ الوعی الاسلامی نے اسی وجہ سے اخیر کے سالوں میں ان مضامین کو مزید اہتمام سے اختیار کیا ہے جو عورتوں کے امور سے متعلق تحریر کئے گئے اور عورتوں کے مسائل حل کرنے میں خصوصی دلچسپی لی ہے، اس کام کے لئے ادارہ نے حکومت کویت تعاون سے دنیا کے دیگر ممالک

کے ان مضمون نگار، مقالہ نویس مردوں اور عورتوں کو جو خواتین کے امور پر لکھنے کو ترجیح دیتے ہیں، دعوت دی ہے کہ صنف نازک کے موضوعات پر اپنی نگارشات ادارہ کو ارسال کریں، اور سنجیدہ اعتدال پسندانہ افراط وتفریط اور مبالغہ آرائی سے پاک اسلوب میں عورتوں کے جملہ مسائل پر مدلل روشنی ڈالیں۔ نیز اس ضمن میں اسلام کے آراء اور نظریات کو بیان کریں۔

مجلّہ الوعی الاسلامی کی انتظامیہ نے خواتین کے کردار کو فعال بنانے کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے (ہم عصر خواتین حقائق وعزائم کے درمیان) کے عنوان سے اپنی چھٹی اشاعت قارئین کرام کے سامنے پیش کررہا ہے۔ جو ادارہ کی وقفہ جاتی اشاعات کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اور اس اشاعت میں الوعی الاسلامی میں گذشتہ کئی سالوں کے دوران شائع ہونے والے مضامین ومقالات میں سے انہیں کو منتخب کرکے شامل کیا گیا ہے جو بہت خاص، اہم اور نمایاں وممتاز حیثیت کے حامل ہیں، ہماری یہ نئی اشاعت درحقیقت معاشرہ کی اصلاح میں خواتین اسلام کو عملی وفقہی اور دینی اعتبار سے سرگرم کردار ادا کرنے کی دعوت دینے والی دوسری اسلامی آوازوں میں اپنی آواز ملانے کی ایک متواضع کوشش ہے۔

انشاء اللہ اس سے مسائل نسواں کو حل کرنے اور خواتین کو اپنا کردار ادا کرنے کی راہ ہموار ہوگی۔

انور حمد الحمد

رئیس تحریر مجلّہ الوعی الاسلامی

مملکت کویت

خواتین اور خدمات عامہ

دکتور محمد عمارہ (مصر)

(مجلّہ الوعی الاسلامی شمارہ ۸۶)

درسگاہ نبوت، عام اجتماعی خدمات، دعوت سرگرمی اور معیاری صنعت کے میدان میں باکمال افراد تیار کرنے کا پہلا تربیتی ادارہ تھا، جس کے ذریعہ اسلام نے بے ہنر و بے سلیقہ تندخو، سنگدل عرب صحرانوردوں کو عظیم ترین تہذیب کا حامل اور ماہر فن، ہنرمند اور کاریگر بنادیا، یہاں تک کہ وہ شب بیدار عابد اور جفاکش صفت گیر باکمال محنت کش اور مجاہد صفت افراد بن گئے۔ درسگاہ نبوت سے خواتین بھی تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ ہوکر میدان عمل میں سرگرم ہوئیں۔ دعوت وتبلیغ کی تاریخ میں، نبوی معاشرہ نے ایک روشن باب کا اضافہ کیا جبکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار، فرزندان توحید میں سے اپنے موضوع اور فن میں یکتائے زمانہ آٹھ ہزار اعلی نسبت کے حامل منتخب وچیدہ افراد کی ایک ممتاز جماعت تیار ہوئی، جن میں ایک ہزار سے زائد اعلی خصوصیات کی حامل خواتین اسلام تھیں۔ امام کائنات محمد عربی ﷺ نے اپنی دعوتی واصلاحی تحریک اور معجزاتی مشن کے ذریعہ تیئس سال کی قلیل ترین مدت میں یہ بے مثال انقلابی تبدیلی پیدا کی تھی۔ جب اسلام نے دبی کچلی بے حیثیت خواتین کے لئے (جن کو زندہ درگور کردینا اور میراث بنا کر تقسیم کردینا عربوں کے نزدیک عام بات تھی) آزادی قول وفعل کا وسیع تر دروازہ کھول دیتا تھا تو خواتین نے اپنے بے مثال ہمہ جہت کارناموں سے اپنی فطری صلاحیتوں کے روشن نقوش چھوڑے اور ایک نئی تاریخ مرتب کی۔

ان منتخب و برگزیدہ خواتین میں وہ بھی تھیں جو دینی علوم وفنون میں پیش پیش رہتی تھیں، اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ومنقول شریعت کی ترویج واشاعت اور تبلیغ میں سرگرم کردار ادا کر رہی تھیں۔ اور ان میں وہ خواتین اسلام بھی تھیں جو حدیث وقرآن میں اپنے رسوخ کی بدولت اجتہاد واستنباط مسائل کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ یہاں تک کہ ادب وزبان، خطابت وشاعری اور بلاغت وفصاحت کے میدان میں مردوں کے ہم دوش نظر آتی تھیں، اور اسی طرح دیگر بہت سارے عام سماجی واجتماعی کاموں میں اپنی قدرتی وفطری خصوصیات کی مکمل رعایت اور اسلامی قوانین وآداب کی کامل پابندی کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔

یہ تمام حقائق وواقعات اس بات کے بین ثبوت ہیں کہ اسلامی معاشرہ جس کا اعلی ترین نمونہ ''نبوی معاشرہ ہے'' اس میں مردوں اور عورتوں کا باہم اجتماعی کام میں تعاون واشتراک، مسجد نبوی سے لے کر جہاد فی سبیل اللہ تک قائم تھا، وہ اسلامی معاشرہ افتراق وانفصال پیدا کرنے والا نہیں تھا، جو عورتوں کو اجتماعی سماجی کام میں حصہ لینے سے روکتا ہے، اور نہ ایسا سماج تھا جو عورتوں اور مردوں کے درمیان ایسی دیوار قائم کر دیتا ہے جس میں گزرنے کی کوئی راہ نہیں، اسلام نے مرد وزن کی خلوت کو حرام قرار دیا ہے، جو غیر محرم اجنبی مرد اور عورت کے درمیان ہوتی ہے بلکہ ایسی شرکت جو مرد وعورت کے لئے مخصوص اسلامی دستور اور ضابطہ اور آداب کی پوری پابندی اور معاشرہ پر لازم حلال وحرام قدروں کی پوری رعایت کے ساتھ ہو ہم اس کو مشترک خدمات عامہ میں اختلاط سے تعبیر نہیں کر سکتے یہ تو قطعی امر ہے کہ عورت کے ساتھ غیر محرم کی تنہائی کی ملاقات، اسلامی دستور ونص کے تحت حرام ہے، جیسا کہ امام بخاریؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''**لا يخلون رجل بامرأة إلا مع ذي محرم**''۔ کوئی بھی آدمی ہرگز کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے مگر اس وقت جب کہ وہ کسی محرم کے ساتھ ہو۔

اسلامی معاشرہ اپنی طویل تاریخ کے اکثر دور میں اجتماعی کام میں اشتراک واختلاط

کے سلسلہ میں اسلام کے مقرر کردہ سنت پر اسلامی قدروں وضابطوں کے ساتھ قائم رہا ہے، اور غیر محرم مرد اور عورت کے درمیان خلوت کو حرام ماننا ہمارے اس زمانہ میں بھی باقی ہے۔ خاص کر وہ اسلامی معاشرہ اور سوسائٹی جو دیہاتوں، قصبوں سے تعلق رکھتی ہے، یا شہروں میں جہاں پچاسی فیصد خالص مسلم آبادی ہے، یا ان محلوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اس جدید زمانہ و ماحول میں بھی ان تمام جگہوں میں جہاں غیر محرم کے ساتھ عورت کا تنہا ملنا غیر اخلاقی فعل اور حرام کام سمجھا جاتا ہے۔ ہاں، ماڈرن کہلانے والے یا ''پوش ایریا'' کہے جانے والے محلوں اور علاقوں میں مرد وزن کا ملاپ اور انتہا پسندی کی حد تک جن مسلم اکثریتی علاقوں اور قصبوں میں مسلم خواتین پر اشتراک عمل کے سلسلہ میں بے جا بندش ہے، اور ان کو گھروں سے نکلنے پر سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عربی شاعر نے نبوی اسلامی معاشرہ کی خواتین کی صورت حال سے متصادم اس انتہا پسندی کو دور جاہلیت کے ماحول ومزاج سے تشبیہ دی ہے۔

کہتا ہے:

ومن غاية المجد والمكرمات　　　بقاء البنين وموت البنات

(دور جاہلیت میں) بزرگی وشرافت اور خوبی کی انتہا یہ ہے کہ بچوں کو زندہ رکھا جائے اور بچیوں کو عزت کے نام پر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

بہر حال عام اسلامی معاشرہ تو بہت زیادہ حد تک اس نے اپنی تہذیبی روایات کے تحت عورت کو دوسری تہذیبوں سے زیادہ عزت وتوقیر سے نوازا ہے۔

سد الذرائع کا معتدل ضابطہ:

فقہی قاعدہ ''سد الذرائع'' یہی وہ ضابطہ ہے جو اپنے دائرہ میں رکھتے ہوئے اجتماعی عمل میں مردوں اور عورتوں کے درمیان اشتراک کے مسئلہ کو حل کرسکتا ہے، لہذا اس بات کا خیال

رکھتے ہوئے کہ یہ قاعدہ فقہ اسلامی کے تمام قواعد کی طرح ہے، اس کی تطبیقات کو منضبط کرنے کے لئے معتدل اسلامی منہج کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ جو افراط وتفریط کے غلو سے پرہیز کرتے ہوئے اسلامی مقاصد کو پورا کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ:

(۱) حلال کھانا مباح الاستعمال ہے اور یہ مان کر کہ بعض کھانا یا کھانے میں اسراف مختلف قسم کے مرض کا سبب بن جاتا ہے لہذا کھانے کو مرض کا سبب مان کر سدالذرائع کے کے تحت اس کو حرام قرار دینا جائز نہیں ہو جائے گا۔

(۲) پانی پینا حلال اور مباح ہے لیکن اس بنا پر کہ پانی پینے سے اُچھو (گلے میں پھانس) لگ جاتا ہے، لہذا پھانس کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے پانی کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔

(۳) زبان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کو جھوٹ بولنے کا ذریعہ مان کر بند کر دینا جائز نہیں چہ جائیکہ زبان کو اس بنیاد پر کاٹ دیا جائے۔

(۴) عضو تناسل نسل انسانی میں اضافہ اور اس کی حفاظت کا آلہ ہے اس کو زنا کاری کا ذریعہ مان کر کاٹ دینا جائز نہیں۔

ان مثالوں پر آنکھ، کان وغیرہ انسان کے دیگر تمام اعضاء اور صلاحیتوں کو قیاس کرلیا جائے جن سے اچھے برے دونوں قسم کے اعمال صادر ہو سکتے ہیں، جو جو چیزیں مباح ہیں وہ بہرصورت اپنی اصل اباحت پر باقی رہیں گی، وہ مکروہ یا حرام نہیں ہوں گی، جب تک کہ ان کا فساد متحقق نہ ہو جائے، یا حد سے بڑھ نہ جائے، اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ سدالذرائع کے قاعدہ کی تطبیق کے ساتھ اس قاعدہ پر عمل کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، اور ایسا اس وقت ممکن ہے جب کہ مصالح اور مفاسد ومصالح کے درمیان بالغ نظری سے موازنہ کیا جائے، کیونکہ شرعی مصلحت وسیاست کا معیار یہی ہے اور مباحات کی تمام قسموں اور صورتوں پر عمل کرنے میں اسی معیار کو دیکھا جائے گا۔

لہذا مباح پر پابندی کے موضوعات میں سے اسلامی سوسائٹی میں مرد وزن کا مخلوط

مشترکہ عمل بھی ہے، جس پر پابندی لگانے کے لئے سد الذرائع کی شرطوں کی رعایت کرنا ضروری ہے، اور وہ یہ ہیں:

(۱) مباح پر عمل کرنا اس کے مفاسد کے غلبہ کا ذریعہ بن جائے اور امام شاطبی (۷۹۰ھ-۱۳۸۸ء) کے نزدیک یہ ہے کہ مباح اکثر حالات میں مفاسد کا سبب بن جائے وہ نادر اوقات یا غالب ہونے کا اعتبار نہیں کرتے، بلکہ کثرت مفاسد کا اعتبار کرتے ہیں۔

(۲) اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہو تو پابندی لگائی جائے گی۔

(۳) مذکورہ دونوں شرطوں کے پائے جانے کے بعد بھی ممانعت، قطعی طور پر حرام کرنے کی صورت میں نہ ہو بلکہ فساد کی حیثیت کے اعتبار سے کراہت اور حرمت کے درمیان ہو۔

(۴) جب کوئی وسیلہ فساد تک پہنچا دینے والا ہے لیکن اس کی اچھائی اور مصلحت راجح ہے اس کے فساد و بگاڑ سے، تو شریعت صرف اس کو مباح نہیں کرتی بلکہ اس وسیلہ وذریعہ کو مستحب قرار دیتی ہے یا مصلحت کے درجہ کے اعتبار سے کوئی حکم لگاتی ہے، جو لوگ اجتماعی کاموں میں مرد وزن کے اشتراک واختلاط اور مردوں کے ساتھ عورتوں کے تعلقات میں سد الذرائع کے قاعدہ کی تطبیق میں توسع برتتے ہیں۔ ان کی اکثریت نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ اسلامی زندگی میں ایک مثالی معاشرہ وجود میں لانے کی حرص میں توسع کی قائل ہے، جبکہ وہ توسع پسند حضرات، اسلام کی عظیم الشان حقیقت سے غافل ہیں جو ہم سے کہتی ہے کہ اصل مثال اسلام ہے، اور اسلامی مثال کا انسانی سوسائٹی میں پایا جانا، یہاں تک کہ عہد نبوی میں، ناممکنات میں سے ہے کیونکہ اسلامی مثال نام ہے، خالص عدل اور کامل صلاح اور پاکیزہ خیر اور بے نقص الٰہی کمالات کا یہ تمام صفات اللہ تعالی جس کو دینے کا ارادہ فرمائیں گے وہی مثالی اسلام کا حامل ہوگا،

جبکہ انسانی معاشرہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ خیر وشر کی طبیعت سے مرکب ہواور صلاح وفساد کی آمیزش سے تیار ہو۔

تا کہ انسان کی پوری زندگی اور پورا معاشرہ امتحان وآزمائش کا میدان بن جائے، اللہ تعالی نے سچ فرمایا:

"**ونبلونكم بالشر والخير فتنة وإلينا ترجعون**"(سورہ الانبیاء:۳۵)۔

اور ہم تم کو خیر وشر کی آزمائش میں ڈال کر پرکھیں گے اور ہمارے پاس ہی لوٹ کر تم آؤ گے۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس سچ سے آگاہ فرمایا، جیسا کہ امام ترمذی وابن ماجہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے:

"**كل بنى آدم خطاء فخير الخطائين التوابون**"(ہر آدمی خطا کرنے والا ہے اور سب سے بہتر خطا کار وہ لوگ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں)۔

اور حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ ہر آدمی رات اور دن میں خطا وگناہ کرتا ہے پھر مجھ سے مغفرت چاہتا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں اور مجھ کو اس کی کوئی پروا نہیں۔

اور ہم ان لوگوں سے جو فرط اخلاص میں انسانی سماج میں اسلامی ماڈل یا اسلامی مثال تیار کرنے کے لئے سرگرم ہیں، کہتے ہیں کہ جس دن انسان اس روئے زمین پر مذکورہ مثالی معاشرہ تیار کرے گا، اسی وقت، اجنبیت، یاسیت، محرومی وتنزلی سے دوچار ہو جائے گا، ایسا اس لئے کہ تمام قدروں اور تمام امیدوں کے برآنے سے زندگی کے اعمال کا ٹائم ٹیبل ہی ختم ہو جائے گا، حالانکہ اللہ تعالی کی مشیت کا تقاضا ہے کہ اس کی زمین نسل انسانی سے معمور ہو کر بارونق اور آباد رہے۔ اس کی چہل پہل قائم رہے اور ہماری پسندیدہ مثالی زندگی جس کا مثالی تصور (المثال الاسلامی) کے عنوان سے عبارت ہے اس کے نفاذ سے دنیا کا نظام حیات درہم برہم ہو جائے گا،

جبکہ اسی خیر وشر، حسن وقبیح کی آمیزش میں آسمانی رسالت اور خداوندی احکام کی ضرورت ہے، کیونکہ اس مثال (یاماڈل) پرعمل کرتے ہوئے انسان جتنا آگے بڑھتا جائے گا وہ متعارف زندگی سے دور ہوتا جائے گا، اوراس کائنات ارضی کا عمرانی نظام اجنبیت کا شکار ہوجائے گا۔

جبکہ اسلامی سوسائٹی میں اجتماعی زندگی کی سلامتی اس صورت میں ہے کہ معاشرہ میں اسلامی قدروں کی تطبیق کا میدان، مسلمانوں کے سامنے وسیع تر ہوجاتا جائے اوراس کے سامنے تطبیقات کے نئے نئے دروازے اجتہاد اور استنباط مسائل اور خیر کے کاموں میں مسابقت کی شکل میں کھلتے رہیں۔

عہد رسالت میں بدقماش منافقین، خواتین اسلام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی غیر اخلاقی حرکتیں کرتے تھے، اللہ تعالی نے اس فتنہ کے سد باب کے لئے:

''**یا أیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن**'' (اے رسول اپنی ازواج مطہرات اوراپنی لڑکیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کوڈال لیں۔

اللہ تعالی نے پردہ کا نظام مقرر فرما کر فتنہ کے ذرائع کا سد باب کردیا، اسی کے ساتھ فتنہ پردازوں اور بدقماشوں کو اصلاح حال کرنے کا موقع بھی، ''وکان اللہ غفورا رحیما'' فرما کر دیدیا کہ جو حرکات کر چکے ہیں اس سے توبہ کر کے اپنے کو سدھار لیں تو اللہ تعالی ان کی غلطیوں کو معاف کردیں گے، وہ رحیم وکریم ہیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ اپنے عہد خلافت میں ایک رات حسب معمول رعایا کا حال معلوم کرنے کے لئے گشت پر تھے، ایک عورت کے پاس سے گذرے جس کا شوہر راہ حق میں جہاد کے لئے سفر پر تھا اور وہ عورت اپنے شوہر کے فراق میں عشقیہ اشعار پڑھ رہی تھی جس میں اپنی ازدواجی زندگی کی فطری شہوانی خواہشات کو بیان کررہی تھی، جن کی تکمیل کے لئے اپنے شوہر کا قرب چاہتی تھی۔

بظاہر غیر اخلاقی شہوت انگیز اشعار کا بلند آواز سے گنگنانا ایک ایسا عمل تھا جس پر سخت تنبیہ اور سرزنش کی ضرورت تھی، لیکن سیدنا عمر فاروقؓ نے جائز خواہشات کے اس اظہار پر کوئی پابندی نہیں لگائی بلکہ اس عورت کے فطری تقاضے اور دلی درد کو محسوس کیا اور دوسری ان تمام عورتوں کو اسی پر قیاس کیا جن کے شوہر طویل عرصہ سے سفر جہاد پر تھے اور ان کی ازواج انکا انتظار کر رہی تھیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے اور کوئی ٹھوس فیصلہ کے لئے اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے پہلے تبادلہ خیال فرمایا۔

عمر فاروق: اے بیٹی یہ بتاؤ ایک شادی شدہ اپنے شوہر کی جدائی برداشت کر سکتی ہے۔

حفصہ: سبحان اللہ! آپ جیسے تجربہ کار مجھ سے یہ بات پوچھ رہے ہیں۔

عمر فاروق: اگر عام مسلمانوں سے متعلق یہ مسئلہ نہ ہوتا تو میں ہرگز تم سے ایسا سوال نہ کرتا۔

حفصہ: ایک عورت زیادہ سے زیادہ پانچ چھ ماہ تک شوہر کی فرقت پر صبر کر سکتی ہے۔

امیر المؤمنین عمر فاروقؓ نے حضرت حفصہ کی فراہم کردہ معلومات کی بنیاد پر تمام مجاہدین اسلام کے لئے چھٹی لینے کا وقت مقرر کر دیا جس کی پابندی ضروری تھی کہ ہر وہ مجاہد جو اپنی بیوی سے دور ہے وہ چار ماہ محاذ جنگ پر رہے گا اور دو ماہ کی رخصت لے گا جس میں گھر کا قیام اور آنے جانے کا وقت شامل رہے گا، اسی طرح سال میں دو چھٹیاں گذارے گا، اور مجموعی طور پر آٹھ ماہ مصروف جہاں رہے گا۔ اس طرح عہد نبوی کا صالح معاشرہ، غلطیوں، خطاؤں اور لغزشوں کا حل مصالح اور مفاسد کے درمیان موازنہ کر کے تلاش کرتا تھا، صورت حال کو درست رکھنے کے لئے تاکہ معاشرہ مسلسل اسلامی اعلی اقدار کی جانب گامزن رہے۔

جبکہ کامل مثالی معاشرہ تشکیل دینے کے شوق میں کسی مباح کو حرام قرار دیدینا مفاسد کے ذرائع کا سد باب نہیں ہے۔

عورت کے ساتھ انصاف کرنے اور اس کی کامل اہلیت وصلاحیت کو ابھارنے اور عوامی

اجتماعی کاموں کے فرائض کی انجام دہی اور امانتداری کے ساتھ مردوں کے شانہ بشانہ معاشرہ کی تعمیر وترقی میں سرگرم رہنے کے سلسلہ میں اسلام کا یہی نظریہ اور موقف ہے، جبکہ مردوزن کے فطری امتیازات اور خصوصیات کی حفاظت صیانت کے دائرہ میں رہتے ہوئے خواتین عام اجتماعی مشاغل میں اپنا کردار ادا کریں۔

یہی انتہا پسند دیندار مسلمانوں اور غالی مذہب بیزار لوگوں کے موقف کے درمیان انتہائی معتدل موقف ہے (یہ اس مقالہ کا ایک حصہ ہے جو کویت میں ۱۷ر تا ۲۱ر مارچ ۲۰۰۱ء کو منعقد ہونے والی کلیۃ الشریعہ والدراسات کی نویں کانفرنس میں پیش کیا گیا)۔

معاشرہ کی تربیت میں عورت کا کردار

دکتورہ سعاد حائم مراکش
(الوعی الاسلامی شمارہ ۴۸۸)

اسلامی عربی معاشرہ میں عورت کی حیثیت کی تعیین کئے بغیر معاشرہ کی تربیت میں عورت اوراس کے کردار پر گفتگو ممکن نہیں، بایں حیثیت کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں عورت نے معاشرہ میں ایک الگ ماحول کی تشکیل ہے مرد سے اپنے تعلق رکھنے اور اجتماعی اقتصادی، سیاسی واخلاقی اعتبار سے اپنے موثر کردار کے ساتھ۔

جبکہ اسلام سے قبل، عربی معاشرہ، صنف نازک کے ساتھ حقارت آمیز معاملہ کرنے میں معروف ہے، لیکن اسلام کے زیرسایہ صنف نازک کوعزت واحترام اورقوت وقدرت حاصل ہوئی، جس کی بنیاد دواصول، وحی ربانی کے تابع اسلامی شریعت اورسنت مطہرہ کے مصادر تھے، دین اسلام میں عورت کے مقام ومرتبہ سے متعلق گفتگو بیان وبرہان اور دلائل وشواہد سے بے نیاز ہے، کیونکہ صنف نازک کو جو کچھ بھی عزت وتکریم اور حیثیت حاصل ہے وہ اسلام کی عطا کردہ ہے، ہم نے محض یاددہانی کے لئے اس جگہ ذکر کردیا ہے۔

اصل بات اس بات پر ہے کہ صنف نازک کو جو بلند مقام ومرتبہ اورتکریم وتوقیر اسلام میں حاصل ہوئی وہ امتداد زمانہ کے ساتھ باقی بھی رہی یانہیں؟ خاص کر ہمارے عہد میں جس کو ترقی وبرتری اورفکری بیداری اورگلوبلائزیشن کا عہد نام دیاجاتا ہے۔ جواس عہد وعصر کے ترقیاتی وتمدنی پیش قدمی پر دلالت کرنے والے الفاظ ہیں۔

دونوں صورت میں سے سے کسی ایک صورت کی قطعی طور پر تعیین کر کے اس سوال کا جواب دینا غیر ممکن ہے کہ باقی یا باقی نہیں ہے، لیکن میں اجمالی طور پر ایک کی تحدید کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ عورت کو اسلام کے ابتدائی زمانوں میں جو عزت اور مرتبہ حاصل تھا وہ اس میں باقی نہیں رہ گیا ہے، اس بات کا اقرار کرتے ہوئے کہ کچھ استثنائی صورتیں ہیں جنھوں نے اسلامی بیداری میں واضح عنصر کی تشکیل کی ہے، مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت اس امر کی توضیح پیش کرنے کی کوشش کریں گے (انشاءاللہ)۔

(۱) صنف نازک کا ترقیاتی میدان سے ہٹنا اور اس کے اسباب۔

(۲) خواتین تہذیبی کاروان کے قدم بقدم اور اس کے احیاء کی شرائط۔

(۳) خاندان وسماج کی تشکیل میں صنف نازک کا کردار۔

(۱) عورت کی ترقیاتی میدان سے کنارہ کشی اور اس کے اسباب کا مسئلہ:

عوامی وسماجی میں تعمیر وترقی کی فہرست سے عورت کے نکل جانے کی اصل وجہ اسلامی مشن اور اس کے اصولوں سے صنف نازک کی دوری، نیز ان اصولوں کی غیر صحیح اور جانبدارانہ تشریح کے ساتھ ساتھ ان کی غلط تطبیق ہے اور کبھی کبھی بعض کے مقابلہ میں بعض نصوص پر اعتماد کرنا اور عورتوں کی بیداری اور ان کی پیش قدمی سے متعلق ایسے امور میں مخلصانہ کوشش نہ کرنا ہے جو اسلام کے حقیقی فہم کے زیر اثر ہو اور جو ان حقائق کی تجدید اور اس میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو درست کر سکے، جو عورت ہی نہیں بلکہ امت کے منافع ومصالح کو سامنے رکھ کر کی جائے۔ حقائق وواقعات کے ادراک اور حقوق وواجبات کی کامل سمجھ اور شواہد وبراہین کی گہری واقفیت کے ساتھ ہو۔

ان سب امور کا لحاظ رکھنا اس لئے ضروری ہے، اس لئے کہ یہاں متعدد متوازی اسباب ہیں اور ان میں سب سے واضح سبب، سیرت نبوی ﷺ اور اسلام میں خواتین کی سیرت

خاص کر صحابیات وتابعیات اور تبعہ تابعیات نیز خواتین میں سے جو مجتہدات وفاضلات تھیں ان کے عہد وزمانہ اور کردار سے عدم واقفیت ہے، کیونکہ ان میں سے وہ مشہور زمانہ خواتین اسلام بھی ہیں، جنہوں نے اپنے دور میں مختلف میدانوں میں سرگرم حصہ لیا، جن میں نمایاں ترین فکری وعلمی میدان ہے، اسی طرح ان خواتین نے قسم قسم کے تمدنی حملوں اور عسکری لڑائیوں کا مقابلہ کرنے میں شجاعت وبہادری کی تاریخ رقم کی ہے۔

اسلامی شریعت کے مبادی اور اصولوں کی صحیح سمجھ نہ ہونے کے نتیجہ میں خواتین اسلام اسلامی معاشرہ کی تعمیر وتربیت میں بہت سے مواقع پر شرکت سے الگ رہیں یہ ایسا معاملہ ہے جس نے فی الوقت بہت اہم اور گہرا اشکال پیدا کردیا ہے، جو اس پیش قدمی کے عہد میں عورت کے میدان عمل سے ہٹ جانے کے اسباب وعوامل سے مربوط امر کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، حالانکہ وہ اسلامی تمدن وتہذیب کا جوہر نہیں ہے، جیسا کہ بعض دشمنان اسلام اس کا دعوی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلامی شریعت میں خواتین کے لئے آزادی عمل اور معاشرہ کی تعمیر وترقی میں حصہ لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شاید اس رجعت پسندی کا اصل سبب مرد وعورت پر مشتمل اس معاشرہ میں پوشیدہ ہے، جس میں دونوں نے اس المناک صورت حال کو بنانے میں حصہ لیا ہے، اور مرور ایام کے ساتھ یہی اصل الاصول بن گیا کہ خواتین سرگرم کردار سے کنارہ کش رہیں گی اور صرف مرد ہی سرگرم عمل رہیں گے اور معاشرہ کی تربیت وتشکیل میں مرد وعورت کی اسلامی قوانین وضوابط کی پاسداری کے ساتھ مشترکہ کوشش جو کہ اصل اساس ہے وہ شاذ بن گیا۔ فی الحال دشوار اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی حالات کے باعث انحطاط وپسماندگی کے مراحل میں امت اسلامیہ کو انہیں صورت حال کا سامنا ہے جس کے مضر اثرات عورت کے احوال اور اسی طرح سماج کے احوال پر منعکس، جبکہ عورت سماج کا نصف حصہ ہے بلکہ عورت ہی سماج کی بنیاد ہے کیونکہ معاشرہ وسماج کے افراد وہی تیار کرتی ہے، اس بنا پر کوئی بھی معاشرہ مطلوبہ ترقی وکامیابی بیک وقت اپنے دونوں حصہ مرد وزن

کے اشتراک کے بغیر نہیں حاصل کر سکتا، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اصل قضیہ مرد وعورت کا مسئلہ ہے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ سب سے بڑی ذمہ داری اس امت کے مردوں کے شانوں پر ہے، اس اعتبار سے کہ تمام اہم جگہوں پر انہیں کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور عورتوں کا وجود نہیں کے برابر ہے، اور اگر کہیں کسی جگہ پر صنف نازک شریک کار ہے بھی تو مردوں کی بے توجہی کا شکار ہے، جس کی وجہ سے وہ اس حد تک کامیاب نہیں ہو پاتی جس سے مطلوبہ ترقی وکامیابی حاصل کی جا سکے۔

تہذیب وتمدن کے وسائل کی قلت کے باوجود اولیں اسلامی معاشرہ میں صنف نازک کی مشارکت تمام میدانوں میں انتہائی سرگرم وفعال اور نتیجہ خیز رہی ہے، کیونکہ عملی طور پر اس کو عزت واحترام، قدرت ومنزلت کے تمام وسائل حاصل تھے۔ جس کی بدولت اس نے خود اعتمادی کے ساتھ اپنے مسلم بھائی کے ساتھ عملی حصہ لیا اور اس مشارکت کے ثمرات بھی حاصل کئے اس کی عملی حصہ داری نیکی وبھلائی کے کاموں میں اس شرکت تمام شرعی ضوابط اور اسلامی آداب کی پابندی اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی اتباع کے ساتھ تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور صالح منہج وطریقہ ہی وہ راہ عمل ہے، جس پر چلنا تمام مسلمانوں ومسلمات کے لئے ضروری بلکہ واجب ہے جیسا کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”**من سن سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة**“ (رواہ ابن ماجہ فی سننہ وأخرجہ احمد فی المسند ۳۶۱/۴)۔

اس کے برعکس بعض سلف نے مردوں کے لئے ضروری سمجھا ہے کہ عورتوں کو عوامی سرگرمیوں سے دور رکھیں۔ جبکہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کا طریقہ دوسروں کے قواعد وضوابط سے زیادہ محبوب ہے، آپ ﷺ کا طریقہ دوسروں کے قواعد وضوابط سے زیادہ محبوب ہے، آپ ﷺ کا طریقہ دوسروں خیر الھدی ہدی محمد ﷺ (رواہ ابویعلی فی مسندہ) سب سے بہترین طریقہ، محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔

اور امت مسلمہ کو آج مردوں کے پہلو بہ پہلو خواتین امت کے سرگرمی عمل کی ضرورت

ہے، تاکہ ایک طاقتور مہذب مسلم قوم تیار کی جاسکے، اس لئے کہ خواتین، مردوں کا نصف ہیں آیت کریمہ ”والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر “ (التوبہ: ۷۱) کی مصداق ہیں، یعنی مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔

اور اس وضاحت کی بھی کوئی ضرورت نہیں کہ عورت نے اپنے عمل سے ثابت کردیا ہے کہ اس کے اندر اتنی قوت وقدرت ہے کہ وہ معاشرہ کی تعمیر میں سرگرم وفعال حصہ لے سکتی ہے، جبکہ اس کو اپنی اس صلاحیت وقدرت کو بارآور بنانے کے لئے مناسب ماحول فراہم ہوجائے، اور اس کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ، حقیقی اشتراک عمل کی راہوں کو صحیح مفہوموں کے ساتھ عورت کے لئے ہموار کیا جائے۔ اور معاشرہ کی تشکیل اور تربیت میں صنف نازک کے لئے جو سماجی قیود اور رکاوٹیں ہیں ان کو دور کیا جائے اور یہ عیب ونکیر کی بات نہیں ہونی چاہئے کہ خواتین اسلام مردوں کے کسی غلط فیصلہ پر گرفت کرے اور مرد اپنی غلطی کو فراخدلی سے قبول کرکے اس کی اصلاح کرلیں کیونکہ امت مسلمہ کے تمام مردوں کے لئے سیدنا عمر فاروقؓ کے بلند اخلاق اور وسعت ظرفی سے بڑھ کر کوئی معیار نہیں ہوسکتا، فاروق اعظمؓ کی عظمت شان اور امیر المومنین ہونے کے باجود ایک صحابیہؓ نے عورتوں کے مہر کے سلسلہ میں قرآن وسنت رسول ﷺ کے خلاف فیصلہ کرنے پر گرفت کی تھی، اور عمر بن خطابؓ نے صحابیہؓ کے اعتراض کو بغور سنا اور اپنی غلطی کو فراخدلی سے نہ صرف قبول کیا بلکہ آپؓ نے پوری انکساری کے ساتھ ایک عورت کی اصابت رائے کو سراہا اور فرمایا: ”أصابت امرأة وأخطأ عمر“ (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۹۹/۵) عورت نے صحیح بات کہی غلطی عمر سے ہی ہوئی تھی۔ اللہ اکبر یہ تھی وسعت فکر وعمل اور عورت کا معاشرتی کردار۔

ہمارے لئے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی بلند مرتبہ مثال ہے، آپؓ عام زندگی اور خاص معاملہ سے متعلق بہت سے مسائل میں صحابہ کرامؓ کی فروگذاشتوں پر نکیر فرماتی تھیں اور گرفت کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ بقول امام ذہبیؒ علی الاطلاق امت کی تمام عورتوں میں سب سے

زیادہ مسائل اور احکام دین کو سمجھنے والی تھیں، یہی نہیں کبار صحابہ بہت سے لاینحل مسائل میں انہیں سے رجوع کرتے تھے (سیر اعلام النبلاء ۲/۱۳۵)۔

مشہور تابعی ابن شہاب زہریؒ حضرت عائشہؓ کی شان میں فرماتے ہیں کہ اگر تمام عورتوں کے علوم کو ایک طرف رکھ دیا جائے اور حضرت عائشہؓ کے علم کو دوسری طرف تو حضرت عائشہؓ کا علم افضل وراجح ہوگا (سیر اعلام النبلاء ۲/۱۸۵)۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں، ان کی مسانید کی تعداد دو ہزار دو سو دس احادیث تک ہیں، جن میں سے ایک سو چوہتر (۱۷۴) حدیث کی روایت کرنے میں بخاری ومسلم متفق ہیں، اور امام بخاری نے تنہا ۵۴ حدیث روایت کی ہے اور امام مسلم ۶۹ حدیث روایت کرنے میں منفرد ہیں (جب کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے تلامذہ کی کثیر تعداد ہے) (نفس ماخذ ۲/۱۸۹)۔

شاید معاشرہ کی تخلیق اور تشکیل میں حصہ لینے سے صنف نازک کا کنارہ کشی اختیار کرنے کا اہم سبب ناخواندگی اور تعلیم سے اس کی دوری ہے، جو کسی بھی سماج اور سوسائٹی کی بیداری اور ترقی کی راہ میں سب سے اہم رکاوٹ ہوتی ہے تو پھر کیونکر وہ امت، معاشرہ میں تبدیلی اور سدھار کے منصوبوں اور پروجکٹوں کو تیزی سے روبعمل لاسکتی ہے، جس کا نصف حصہ ''عورت'' ناکارہ درنسل ہے، وہ سماج کی تشکیل وتربیت اور ترقی میں ذرہ برابر بھی حصہ دار نہیں ہے۔

ہم نے ناخواندگی وجہالت کو اس کے وسیع تر عام مفہوم میں لیا ہے جس میں تعلیم وقراءت سے ناواقفیت بھی شامل ہے اور ثقافتی وتمدنی جہالت کے ساتھ ساتھ ملازمیت کی صلاحیت سے عاری ہونا شامل ہے۔

اور مالک بن نبی کی نظر میں ناخواندگی کی دوسری قسم یعنی ''ملازمتی ناخواندگی'' یہ ہے کہ عورتوں کو شارٹ ہینڈ، اسٹینوگرافی کی معلومات بھی نہیں ہوتی کہ وہ سوسائٹی کی تعمیر وترقی میں حصہ

لینے کے بجائے کم ازکم ذاتی طور پر اتنی کمائی کرسکیں جوان کی باعزت زندگی کے لئے کافی ہو (مشکلۃ الایۃ، مالک بن نبی/۲۹) یہاں سے اہم سوال ممکنہ سماجی بیداری کی شرطوں سے متعلق ہے کہ عورت کے سماجی فرائض اورذمہ داریوں میں نئی اور نیا شعور پیدا کرنے کا کیا طریقہ اپنایا جائے کہ عورتیں اپنے تئیں سوجس اور اپنے اندر مثالی صلاحیتیں پیدا کریں اور اور ایسی ثقافت کا نمونہ بنیں جس کی روح اور ضوابط اسلام کے جامع اصولوں سے ماخوذ ہو۔

خواتین، تہذیبی کارواں کے قدم بقدم اوراس کے احیاء کی شرائط:

قوموں کی تاریخ تہذیب وثقافت اس کی شاہد ہے کہ ان کو عروج وارتقاء جس میں جو کامیابیاں ملیں وہ علم اوراس کے وسیع تر مفہوم کی راہ سے ملیں، یہی وجہ ہے کہ ہم اسلام کو پاتے ہیں کہ اس نے تمام آسمانی تعلیمات وپیغامات کی کلید، علم کو قرار دیا ہے، اسی بنیاد پر اسلام نے علم اور اہل علم کو بلند مقام دیا ہے اور علم کی اہمیت اس طرح دلنشیں کرائی ہے کہ غار حراء میں رسول اللہ ﷺ پر جو سب سے پہلی سورت نازل ہوئی وہ سورہ اقراء تھی، یہ اولین سورہ علم کی اہمیت وعظمت کی جامع دلیل اور تحصیل علم کے لئے صریح دعوت ہے، اس کے علاوہ علوم وفنون سے آراستہ ہونے پر واضح طور پر دلالت کرنے والی بہت ساری آیات قرآن کریم میں موجود ہیں، جن میں سے بعض کا یہاں ذکر کرتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد عالی ہے:

"فلو لا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم إذا رجعوا العلھم یحذرون " (التوبہ:۱۲۲) (تو کیوں نہیں نکل ہر جماعت میں سے ایک ٹولی تاکہ دین میں گہری سمجھ پیدا کریں اور تاکہ اپنی قوم کو ڈرائیں جبکہ لوٹ کرآئیں ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ (شرک ومعاصی سے) بچیں۔

اوراسی طرح اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی ﷺ کوتاکید فرمائی ہے کہ اللہ تعالی سے علم میں زیادتی طلب کرتے رہیں لہذا فرمایا، **قل رب زدنی علماً** (۱۱۴) اے رسول (ﷺ)

آپ کہئے اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما، اور ہمارے لئے حضرت موسی کلیم اللہ علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول کے واقعہ میں طالب علم کی بہترین مثال ہے، جبکہ اللہ تعالی نے ان سے کہا تھا کہ موسی تم سے بھی زیادہ علم رکھنے والا ہمارا ایک بندہ خضر ہے، تب حضرت موسی علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرکے مزید علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے خاص خادم اور شاگرد یوشع بن نون کو لے کر طویل مسافت طے کی، اور اس جگہ جا پہلے، جہاں پر خضرؑ کے ملنے کی علامت اللہ نے ان کو بتائی تھی، قرآن کریم نے اس ملاقات کو اپنے مبلغ انداز میں بیان کیا ہے "**فوجدا عبداً من عبادنا آتيناه رحمة من عندنا وعلمناه من لدنا علماً قال له موسى هل أتبعك على أن تعلمن مما علمت رشداً**" (الکہف: ۶۵-۶۶) (تو موسی و یوشع دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو وہاں پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے بخشا تھا، موسی نے اس بندہ سے کہا کیا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کروں کہ آپ کو جو علم دیا گیا ہے مجھ کو اس میں سے خیر کی باتیں بتائیں گے۔

اور اللہ تعالی نے اس حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے کہ علم کی بدولت بلند مراتب اور اونچے درجات حاصل ہوتے ہیں اور شرف وعزت کے ساتھ اجر وثواب نصیب ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: "**يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات**" (المجادلہ:۱۱)۔

بلند کرتا ہے اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ان لوگوں کو جو علم سے نوازے گئے مرتبہ میں، اسی طرح طلب علم اور علم کی فضیلت پر دلالت کرنے والی بہت زیادہ احادیث نبویہ میں سے ہم یہاں بعض پیش کرتے ہیں، اللہ کے حبیب ومحبوب محمد ﷺ نے فرمایا: "**من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهل الله له طريقاً إلى الجنة**" (مسلم فی کتاب الذکر والدعاء) جو شخص علم کی تلاش میں کسی راہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردیتے ہیں۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”**من یرد اللہ به خیراً هفقهه فی الدین**“ (رواہ البخاری فی کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا)۔

یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین میں اچھی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

قطعی طور پر یہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قوموں کی ترقی و بیداری کا راز تحصیل علوم وفنون اور مختلف الجہت نفع بخش علوم ومعارف میں وسعت فکر ونظر پیدا کرنے میں مخفی ہے۔ پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ طلب علم کی ترغیب وتاکید تمام لوگوں کے لئے ہے خواہ مرد ہوں یا عورت، اور اسلام کے زیر سایہ مردوں نے اس خطاب کو سمجھا اسی طرح عورتوں نے بھی اس کو سمجھا اور مرد وزن دونوں نے ہر ممکن وسائل سے تحصیل علم کا قصد اور کوشش کی اور ان وسائل وذرائع میں سب سے اہم علمی حلقے، علمی مباحثہ ومناظرہ اور ادبی وعلمی ملاقاتیں تھیں، خواتین اسلام پورے شوق وولولہ سے ان خاص وعام علمی مجالس میں شرکت کرتی تھیں اور برگزیدہ علمی ہستیوں سے استفادہ کرتی تھی تو جن سرچشموں سے مردوں نے علمی وادبی سیرابی حاصل کی خواتین نے بھی انہیں گھاٹوں سے اپنی علمی پیاس بجھائی، لہذا ان خواتین میں ایسی باکمال عالمات وفقیہات تھیں کہ صلاحیت کے اعتبار سے ان میں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں تھا، صرف آزاد عورتوں تک یہ شوق محدود نہیں تھا۔ بلکہ وہ باندیاں جو اسلام کی برکت سے آزاد ہوئیں انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وعنایات کے طفیل اسلامی وادبی علوم وفنون میں کمال ورسوخ پیدا کیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو باندیوں کی اسلامی تربیت اور ان کو زیور علم سے آراستہ کرنے کی ترغیب دی ہے ایسا کرنے والوں کے لئے دوگنے اجر وثواب کا وعدہ کیا ہے، فرمایا: تین قسم کے لوگوں کے لئے دو اجر ہے۔ (۱) ایک وہ آدمی جو اہل کتاب میں سے ہے اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور محمد ﷺ پر ایمان لایا، (۲) وہ غلام جس نے اللہ کے حق کو بھی ادا کیا اور اپنے آقاؤں کے حقوق بھی ادا کئے، (۳) وہ آدمی جس کی ملکیت میں کوئی باندی تھی اس

نے باندی کی بہترین تعلیم وتربیت کی اور حسن ادب سکھایا پھراس کوآزادکر کے اس سے شادی کر لی تو ان کے لئے دو اجر ہے (رواہ البخاری فی کتاب العلم باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ)۔

رسول اللہ ﷺ کی ان ہدایات وارشادات کی وجہ سے مسلم خواتین سب سے پہلی طالبات علوم بنیں اوران میں مہارت وملکہ پیدا کرنے کی کوششیں کیں، جس کا ثمرہ یہ حاصل ہوا کہ انہوں نے بہت سے شرعی علوم میں اچھا خاصا حصہ لیا خاص کرعلوم قرآن میں اور بطور ترجیح علوم تفسیر القرآن میں، اس کا واضح اثر دیکھنے کوملا، ایسے ہی احادیث نبویہ کی روایت میں، اور عربی زبان وادب، علم الطب ودیگرعلوم میں خواتین نے اپنا نام روشن کیا، اور طبقہ نسواں سے یکتائے زمانہ عالمات ومفسرات کے تراجم وحالات زندگی سے علماء ومحققین کی کتابیں بھری پڑی ہیں، میں صحابہ کرامؓ کی سیر وسوانح کے بارے میں لکھی گئی اہم کتابوں کے بارے میں نہیں کہہ رہا ہوں، جن میں صحابیات وتابعیات اور تبع تابعیات کے تراجم بھی ہیں۔

بلکہ تدوین حدیث کے متعدد مراحل میں خواتین اسلام، حدیث رسول اللہ ﷺ کی روایت کرنے میں، عام طور پر صدق وامانت اور ضبط وعدالت اور ثقہ ہونے میں مشہور ومعروف ہیں، اسی امر کی شہادت علماء جرح وتعدیل نے دی ہے اور موکد کردیا ہے کہ خواتین اہل علم سے روایت حدیث میں ان کی کثرت روایت کے باوجود کسی ایک سے بھی روایت حدیث شریف میں کذب کا ارتکاب نہیں ہوا، امام جرح وتعدیل علامہ ذہبیؒ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں، "**وما علمت من النساء من اتهمت ولا من تركوها**" (میزان الاعتدال ۴/۶۰۴)، روایت میں کسی بھی خاتون راویہ پر نہ تہمت کذب لگی اور نہ ہی محدثین نے کسی سے روایت لینا ترک کیا۔

اسی طرح عورت ایک ایسا چراغ تھی جس کے علوم ومعارف سے روشنی حاصل کرنے والے بڑے بڑے محدثین اور علماء تھے، بلکہ ان خواتین کی علمی مجالس منعقد ہوتی تھیں جن میں علوم نبویہ کے طلبہ وطالبات دور دراز سے چل کر آتے تھے، ابن سعد نے اپنے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذہ عدویہؒ طلب علم اوراس کی تطبیق میں مثالی نمونہ تھیں، جعفر بن کیسانؒ فرماتے

ہیں کہ میں نے معاذہ عدویہ کو اس حال میں دیکھا کہ چادر لپیٹے بیٹھی ہیں، اوران کے گرد خواتین طالبات بیٹھی ہیں (طبقات کبری ۸/۴۸۳)۔

لہذا ہم پورے وثوق ویقین سے کہتے ہیں کہ طلب علم ہی تمدنی اور ترقیاتی پیش قدمی میں کلید کامیابی ہے، امتوں اورقوموں کی بیداری وترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس قوم کے مردوزن سب تحصیل علم میں نہیں لگیں گے اورعلم کے نور سے مزین نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ مردوعورت سب مل کرایک کامیاب وقابل تقلید تمدنی تہذیبی کاروائی بنانے پرقادر ہوسکیں۔ جو ہرمیدان میں تیز رفتاری سے سفر کرسکے خاص کر بلند اقدار اور مثالی اخلاق میں اس کی مثال دی جائے اسی طرح ان فتنہ وفساد سے محفوظ ہو جو اس کو انسانی ترقی کی راہ سے ہٹا کر پستی میں ڈھکیل دینے والے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ مکارم اخلاق کے احیاء کی شرائط، اسلامی، مبادی، اورضوابط کی صحیح سمجھ، اس کے آداب سے آراستہ ہونے اوراسلامی ارکان پرعمل پیرا ہونے میں پوشیدہ ہے، جہاں تک خواتین اسلام کے شوق عبادت واطاعت کا معاملہ ہے تو اس کا تعلق فحش کاموں اورمنکرات کے ارتکاب سے ممانعت کے باب سے ہے، اور یہ مقصد پابندی نماز وغیرہ ہی سے حاصل ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشادفرمایا: ”**إن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر**“ (العنکبوت:۴۵) (بے شک نماز فحش کاموں اورناپسندیدہ اعمال سے روک دیتی ہے)۔

جبکہ آج اس بات کی سخت ضرورت ہے عورت اپنے قائدانہ کردار کی طرف واپس لوٹے، خاص کراس صورت میں جبکہ عورت نے جان لیا ہے کہ علوم ومعارف پرتوجہ دیتے رہنا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر کاربند ہونا یہی دونوں پسماندگی کے دائرہ سے نکلنے کے لئے اہم ترین ہتھیار ہیں، تاکہ اسلامی تصور ونظریہ کے مطابق اپنے مقام ومرتبہ کو ہرحال میں پوری طرح حاصل کرسکے۔ جس نے عورت کو وہ قوت وطاقت دی ہے جو صنف نازک کو معاشرہ کی تخلیق میں حصہ لینے پرقادر بناتی ہے اورمطلوبہ ترقی کی راہ میں اس کی پوشیدہ صلاحیتوں کو متحرک کرتی ہے،

اور نتیجہ میں اس کے ذریعہ وہ معاشرہ میں اپنے لائق مرتبہ کو حاصل کر لے گی اور تمام لوگوں کا احترام بھی اس کو حاصل ہوگا، لہذا اس صورت میں صنف نازک، ترقی یافتہ انسانی نمو میں اپنی حقیقی حصہ داری کی جانب تاریخ کا رخ موڑ دے گی، جس میں عورت صحیح معنوں میں حصہ دار ہوگی، جو علم ومعرفت اور اخلاق عالیہ پر مبنی ہوگی جو فکری وروحانی اور ظاہری وباطنی لحاظ سے ایک صالح معاشرہ ہوگا اور مرد وعورت کے اشتراک عمل سے وجود میں آئے گا۔

۳-عورت اور معاشرہ کی تربیت میں اس کا کردار:

الف: بنیادی اصول:

عمل صالح عورت کو چھوڑ کر صرف مردوں تک محدود نہیں بلکہ مرد وعورت دونوں بھلائی اور احسان کے اعمال اس کے تمام وسائل واسباب کے ذریعہ کرنے میں مشترک ہیں، جو بھی خواہ مرد ہو یا عورت اعمال خیر کے محنت ومشقت برداشت کرے گا، اس کا اجر وثواب پائے گا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

"**من عمل صالحاً من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم بأحسن ما كانوا يعملون**"(النحل:۹۷)(جو بھی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور مومن ہے تو ہم اس کو خوشگوار زندگی سے نوازیں گے اور ان کے تمام اچھے کاموں کا ان کو بدلہ دیں گے)۔

آج ہم کو اپنے سماج ومعاشرہ کی تربیت کرنے اور شریعت مطہرہ کے منافی اور اپنے ملک کی روایات واقدار کے خلاف کاموں سے ان کو بچانے کی ضرورت ہے اور ان تمام چیزوں سے بھی اپنے معاشرہ کو محفوظ رکھنے کی سخت حاجت ہے۔ جس کے باعث بہت سی قومیں ذلت وپستی کے غار میں جا گری ہیں، کیونکہ ان قوموں نے اپنی قدیم روایات اور اخلاقی قدروں سے

اپنا رخ پھیر لیا، اور ترقی کی راہ پر دور جانے کے حرص میں ہر اچھے برے کو قبول کر لیا۔ جس کا منفی اثر زندگی کے تمام میدانوں پر پڑا اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے پاس اعلی اسلامی قدریں ہیں جو مسلمانوں کو مکارم اخلاق پر مبنی اعلی اقدار کو مضبوطی سے تھامنے کی دعوت دے رہی ہیں پھر بھی مسلمان غفلت شعاری سے باز نہیں آتے۔

اللہ رب العزت نے بہت سی آیات میں محاسن اخلاق کی جانب رہنمائی فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا:

"**ادفع بالتی هی أحسن فإذا الذی بینک وبینه عداوة کأنه ولی حمیم**" (؛؛؛؛؛:۳۴) (اچھی خصلتوں اور برتاؤ سے برائی کو دور کرو پھر دیکھنا کہ کس طرح وہ شخص تمہارا دلی دوست بن جاتا جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی)۔

اور سورہ آل عمران میں فرمایا: "**وسارعوا إلی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموات والأرض أعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین**" (آل عمران: ۱۳۳-۱۳۴) (اور دوڑو اللہ کی مغفرت کی جانب اور ایسی جنت کی طرف جس کی کشادگی ساتوں آسمان وزمین کے بقدر ہے جو بنائی گئی متقیوں کے لئے جو کہ خرچ کرتے ہیں خوش حالی وتنگ دستی میں اور دلی غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں)۔

اور اللہ کے رسول محمد عربی ﷺ کی بعثت ہی مکارم اخلاق کے اتمام کی خاطر ہوئی تھی۔ جیسا کہ فرمایا: "**إنما بعثت لأتمم مکارم الأخلاق**" (رواہ البخاری الادب المفرد)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میزان عمل میں حسن اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہوگی (رواہ ابوداؤد)، اور اخلاق حسنہ سے آراستہ مسلمانوں کو آخرت میں بلند درجات اور دنیا میں قدر ومنزلت حاصل ہوتی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مجلس کے اعتبار سے

مجھ سے سب سے قریب وہ مسلمان ہوگا جس کے اخلاق سب سے عمدہ ہوں گے (رواہ البخاری)۔

اس ضابطہ کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ معاشرہ کی تربیت میں خواتین کی شرکت ضروری ہے، اور لازم ہے کہ صالح مطلوب معاشرہ تیار کرنے میں خواتین اسلام اپنی قدرت واستطاعت اور علمی تربیتی صلاحیت نیز ان تمام ظاہری ومعنوی اور مادی امکانات (جو اللہ کے یہاں خود ان کو اپنے تئیں ذمہ دار بناتے ہیں) کو ایسے معاشرہ کی تشکیل میں اختیار کرے، اور کام میں لائے جو اپنی قوم وملت کے نونہالوں اور نوجوانوں کے لئے غیرت مند، فکرمند اور ہمدرد ہو، اور ہر برائی سے ان کو بچائے، ان کی صالح ذہنی تربیت کرے اس کے پیش نظر اسلامی خواتین پر بہت اہم ذمہ داریاں ہیں کہ ایسے افکار وخیالات کو اپنی ذات سے دور کرے جو خواتین کی عزت وشرافت اور ان کی انسانیت کو ناقص بنائیں اور ان کی عفت وعصمت کو خدانخواستہ مجروح کردیں تب جا کر ان کا کردار، مردوں کے کردار کے مثل فعال ومتحرک ہوگا، جو انصاف پسند انسانیت کی بنیاد پر قائم ہوگا۔ اس طرح خواتین کے عزائم وحوصلے، معاشرہ کے اندر مروجہ تصورات ومفاہیم کو درست کرنے میں بیدار وسرگرم ہوں گے۔ اور ان غلط تصورات میں صالح وصحیح فہم کی روح پھونک کر اسلامی نظریہ اور تصور مین پیش کرسکیں گی اور خواتین اسلام کا مستقبل ان کے حال وماضی سے اسی صورت میں مل سکتا ہے کہ وہ قرون ماضیہ کی باکمال ومایہ ناز مسلم خواتین کے فکری وتمدنی اور اصلاحی وتربیتی کارناموں کی اساس پر آنے والی نسوانی نسل کی تربیت کے لئے صحیح اسلامی تربیتی تصور کی عمارت کھڑی کریں۔

ب: خاندان ومعاشرہ کی تربیت میں عورت کا کردار:

ایک منظم اور اسلامی اخلاق وکردار سے آراستہ خاندان کے قیام کی اساس، دیندار صالحہ نیک سیرت خاتون سے نکاح کرنا ہے، کیونکہ دیندار ونیک سیرت خاتون ہی حق وانصاف قائم کرنے میں دوسری خواتین سے ممتاز ہوسکتی ہے، اور گھر کے اندر اور باہر زندگی کے تمام

معاملات میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرسکتی ہے، اس لئے کہ خاندان اور گھر ہی کسی بھی معاشرہ کی پہلی اینٹ ہوتا ہے، کیونکہ گھر کے اندر ہی اجتماعی طور پر ایک فرد کی تربیت ہوتی ہے، ماں، باپ، بھائی، بہن، سب مل کر ایک نومولود کی تربیت کرتے ہیں۔

اور بچہ ابتداء میں اپنے گھر ہی سے اپنی زندگی کے رجحانات وجذبات، اچھے برے کی معرفت اور کسی کام میں مہارت حاصل کرتا ہے اور گھر کے اندر ہی اس کو امن وسکون کا فطری احساس ہوتا ہے۔

نتیجہ خیز بارآور اور منظّم معاشرہ کی تربیت وتشکیل میں خاندان کے اساسی رول کے پیش نظر گھر اور خاندان بہت سے دانشوروں اور محققین کے نزدیک خاص موضوع بحث بن گیا۔ اس کی سرگرم تعمیری حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے دکتور سنا الخولی رقمطراز ہیں:

خاندان، ایک مستقل وبنیادی جماعت اور ٹھوس اجتماعی نظام کا نام ہے، یہ محض معاشرہ کے وجود کی اساس ہی نہیں بلکہ خاندان اخلاق حسنہ کا سرچشمہ اور کردار سازی کا پہلا ستون اور وہ دائرہ تربیت ہے جس کے اندر رہ کر انسان اپنی اجتماعی زندگی کا پہلا سبق سیکھتا ہے (الزواج العلاقات الاسریۃ ۳۲)۔

اور خاندان کے مفہوم معنی کے سلسلہ میں شرعی نقطہ نظر کے تحت ہم کہتے ہیں کہ نظام خاندان نام ہے ان احکام وضوابط اور قوانین وقواعد کا جن سے خاندان اپنے تشکیلی دور اور اپنے وجود واستقرار سے لے کر اپنے پھیلنے میں منظّم ہوتا ہے، اور مستحکم بنیاد بنائے جانے کے قصد وارادہ میں انہیں قواعد واحکام کا محتاج ہوتا ہے۔ جو خاندان کے استحکام اور اس سے حسب امید اچھے ثمرات ہونے کی ضمانت دیتے ہیں (نظام الاسرۃ فی الاسلام ۹/۱)۔

یقیناً ان حالات میں چیلنجز بہت زیادہ ہیں اور راہیں بھی کھلی ہوئی ہیں جو خاندان کے ہر فرد سے کئی گنا جد وجہد کا تقاضا کررہے ہیں، خاص طور سے خاتون خانہ سے بہت سے اختصاصات اور اہتسامات میں جو عورت کی تکوینی واخلاقی اور نفسیاتی خصوصیات کی وجہ سے اس کو

خاندان کی تربیتی واخلاقی اور اقتصادی ضروریات پر توجہ دینے اور فکر مند رہنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ خاص کر جب کہ ہم کو اس زبردست رول کا علم ہے جو عورت نسل کی تربیت اور بچوں کی عمر کے تمام مراحل میں دیکھ بھال کرنے میں ادا کرتی ہے۔ خصوصیت ہے نومولود بچوں کے ابتدائی مرحلہ میں بلکہ ان کی معاشی واجتماعی اور طبعی تیاری میں اس کی دلیل یہ ہے کہ بچوں کی فطری اور طبعی ساخت پرداخت کا انحصار ابتدائی عمر میں سے ماں کی ممتا اور محبت پر یہاں تک کہ بچہ رحم مادر میں ہو یا ماں کا دودھ پی رہا ہو ماں کا خون جگر ہی اس کی غذا ہے۔ آغوش مادر ہی اس کی مادری اور روحانی غذا کا مرکز ہے۔ ماں کی خوشی وناراضگی، مسرت وشادمانی، حزن وملال، محبت وکراہیت کی تمام کیفیات سے بچہ طبعی طور پر متاثر ہوتا ہے، اور اسی اعتبار سے اس کا مزاج بنتا یا بگڑتا ہے، ماں کے اعمال وافعال اور اخلاق وکردار کے تابع ہو کر بچے کی اٹھان ہوتی ہے۔

اسی سے صحابہ کرامؓ کی ازواج کی قدر وقیمت کا ہم کو احساس ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے خاندان اور اپنے گھر کے لئے کس مثالی جذبات اور شعور سے بہرہ ور تھیں ان کو خاندان کی تربیت اور تنظیم کا کتنا شدید احساس تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ ان بلند کردار خواتین کے حق میں فرمارہے ہیں کہ اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں (عرب عورتیں مراد ہیں) میں سب سے بہتر قریش کی نیک خواتین ہیں جو نونہالوں سے بے پناہ محبت کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کے سرمایہ کی دیکھ بھال کرتی ہیں (رواہ البخاری)۔

ان حوصلہ افزاء ارشادات سے خاندانی ذمہ داریاں نبھانے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، خاص کر عورت کو ہمت وطاقت ملتی ہے کہ وہ نسلوں کی تربیت میں سرگرم ہو اور اپنے کو جسمانی وعقلی، روحانی ووجدانی اور اجتماعی ہر اعتبار سے سنوارے نکھارے تاکہ وہ اپنی ذات کے لئے اور امت کے حق میں بھی نفع بخش ثابت ہو وہ خاندان ومعاشرہ کا عضو معطل نہ ثابت ہو، انہیں تربیتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی طرف اللہ تعالی نے رہنمائی فرمائی ہے:

"**يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم ناراً**" (تحریم:۶) (اے ایمان والو!

اپنے کواور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ)۔

اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا:

"اکرموا أولادکم وأحسنوا أدبهم" (رواہ ابن ماجہ حدیث: ۳۶۷۱) (اپنی اولاد کا اکرام کرواوران کو حسن ادب سے آراستہ کرو)۔

اور مزید فرمایا: "ما نحل والد ولده أفضل من أدب حسن" (ترمذی ۳۳۸/۴) (کسی باپ نے حسن ادب سے بہتر کوئی تحفہ اپنے لخت جگر کو نہیں دیا)۔

بچے کو اچھے اخلاق کی تعلیم وتربیت دینا اور اس کو اوصاف حمیدہ کا خوگر بنانا دراصل بچے کو خاندان ومعاشرہ کا مثبت عنصر بناتا ہے۔ اس لئے کہ آج کے نونہال کل کے افراد ورجال اور مستقبل کے معمار ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مستقبل میں امت کا حال دیکھیں کہ امت طاقت ہوگی یا کمزور، آگے بڑھنے والی ہوگی یا قدم پیچھے ہٹانے والی ہوگی، بلند حوصلہ ہوگی یا پست ہمت ہوگی تو ہم اپنی نوعمر موجودہ نسل کی حالت دیکھیں اور فیصلہ کریں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان نسلوں کی تیاری اور تعمیر ایک ایسے مستقبل کے لئے جس میں اسلام زندگی کے گوشوں اور شعبوں پر حاکم ہو اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ موجودہ نئی پود پر پوری توجہ دی جائے ان کی تربیت اس نہج کی جائے کہ ان میں خوداعتمادی اور اسلام سے قلبی لگاؤ اور اپنی تہذیبی روایات کی پاسداری کا جذبہ کارفرما ہو (نظام الاسرۃ فی الاسلام ۳۰/۱)۔

اور تربیت کی اس ذمہ داری میں ماں کا کردار سب سے اہم اور مشکل مانا جاتا ہے کیونکہ اسی کا زیادہ تر وقت بچے کے ساتھ گذرتا ہے لہذا یہی مناسب اور احسن ہے کہ ماں بچے کی ایمانی وروحانی اور اخلاقی تربیت پر اپنی خصوصی توجہ مرکوز کرے، اس کی مزید وضاحت کے ہم بعض تابعیات خواتین اسلام کے قول وفعل کی صداقت سے معطر مکارم اخلاق سے مزین، اسلامی نسل کی تربیت میں ان کے اعلی کردار کے شاندار نمونے پیش کرتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ حسن سلوک اور خوش معاملگی کے سلسلہ میں ہم کو راہ عمل دکھائی دے۔

زندہ جاوید نسوانی نمونے:

(۱) حضرت سفیان ثوریؒ کی والدہ انتہائی صالحہ عابدہ عالمہ فقیہہ خاتون تھیں، زندگی کا مقصد و معنی اور نجات و کامیابی کے اسباب کو سمجھتی تھیں، علم اور علماء کی دل سے قدر کرتی تھیں، ان کی آغوش ممتا میں جلیل القدر تابعی حضرت امام سفیان ثوریؒ نے تربیت پائی ہے، انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت سفیان ثوریؒ کو جو وصیت فرمائی وہ اس فکر و جذبہ کا ثبوت ہے کہ علم و فضل میں مہارت و ملکہ پیدا کرنے کے لئے اپنے لخت جگر کو کس طرح تیار کرتی تھیں۔

انہوں نے امام سفیان ثوریؒ کو لکھا: اے میرے بیٹے تم علم حاصل کرنے میں لگے رہو، میں اپنے تکلے اور چرخ کے ساتھ تمہاری ضروریات کے کافی ہوں۔

مزید فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تم دس حرف لکھ لو تو یہ دیکھو کہ تم اپنی چال میں او راپنی عقل فراست، حلم و بردباری اور وقار میں اضافہ محسوس کرتے ہو کہ نہیں، اگر تمہیں زیادتی حاصل نہیں ہوئی تو یہ جان لو کہ یہ علم نہ تمہیں نقصان پہنچائے گا نہ نفع پہنچائے گا (قصص التابعین مصطفیٰ مراد ۷۰)۔

(۲) سید التابعین حضرت سعید بن مسیّب کی صاحبزادی ایک تعلیم یافتہ سچی مومنہ خاتون تھیں، علم و فکر کی مجالس میں شرکت فرمایا کرتی تھیں، انہوں نے والد بزرگوار کے فیضان علم سے جی بھر کے سیرابی حاصل کی، ان کے فضل و کمال کا شہرہ ہوا تو اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان تک بات پہنچی، اس نے اپنے شہزاد ولید بن عبدالملک کا پیغام نکاح ان کی صاحبزادی کے لئے بھیجوادیا، لیکن انہوں نے خلیفہ کے اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور اپنی عالمہ فاضلہ لڑکی نکاح اپنے ایک قناعت پسند نادار شاگرد عبداللہ بن ابی وداعہ سے کردیا۔ جب لوگوں نے حضرت سعید بن المسیب سے پوچھا کہ آپ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عبداللہ بن ابی وداعہ سے کس وجہ سے کیا؟ تو انہوں نے جواب کہ بخدا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے آدمی سے نہیں جس کو

مالدار یا فقیر سمجھتا ہوں، بلکہ ایسے نوجوان سے کیا ہے جس کو میں زندگی کے جوانمردوں میں سے ایک ایسا جواں مرد سمجھتا ہوں جس کے پاس دین اور علمی فضیلت کا ہتھیار ہے، جس وقت میں نے عبداللہ بن ابووداعہ سے اس کا نکاح کیا مجھے یقین تھا کہ وہ میری صاحبزادی کی فضیلت کو پہچانے گا، تو دونوں کی طبیعت ومزاج میں یکسانیت پیدا ہوگی، جبکہ میں بھی اور تمام لوگ بھی یہ جانتے ہیں کہ دنیا کی دولت کے ذریعہ زوجین کے اتحاد فکر اور یکسانیت حاصل نہیں کیا جا سکتا (نفس مصدر ۲۴)۔

اس ابووداعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ایک ہفتہ ایسے گزارا گویا میں باغ جنت میں ہوں۔ ایک ہفتہ کے بعد میں اپنی اہلیہ حضرت سعید بن المسیب کی صاحبزادی سے اجازت لی کہ اب باہر نکلو، اس نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے، میں نے کہا: استاذ محترم کے حلقہ در میں حاضر رہوں گا، ناغہ کافی ہو چکا ہے، اہلیہ نے کہا: کہیں جانے کی ضرورت نہیں، یہیں رکئے حضرت سعید بن المسیب کا علم میں آپ کو سکھاؤں گی (نفس مصدر ۲۵)۔

حضرات تابعیاتؒ اپنی اولاد ہی نہیں بلکہ اپنے شوہروں کے اصلاح نفس کی حریص تھیں، اور اسی طرح ان کے اخلاق حسنہ کو خوب سے خوب تر بنانے اور تعلیم وتعلم اور دین میں رسوخ پیدا کرنے کی جانب متوجہ کرتی رہتی تھیں اور رہنمائی کرتی تھیں۔

شیخ نوح اسود، ایک خاتون کا واقعہ سناتے ہیں کہ ایک خاتون حضرت ابوعبداللہ براثیؒ کی مجلس میں آیا کرتی تھیں، اور ان کی علمی اور دینی باتیں غور سے سنتی تھیں نہ کبھی گفتگو کرتی تھیں اور نہ ہی کسی چیز کے بارے میں سوال کرتیا تھیں، ایک دن میں نے ان سے کہا اللہ آپ پر رحم کرے، آپ بولتی نہیں ہیں اور کسی بات کے بارے میں استفسار بھی نہیں کرتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ زیادہ بات کے مقابلہ میں کم گوئی زیادہ بہتر ہے، مگر یہ کہ اللہ کا ذکر ہو، اور جو آدمی اپنی ذات کا خیرخواہ نہ ہو، وہ دوسروں کا خیرخواہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے میرے برادر کہ جب تم اللہ کی اطاعت کا ارداہ کر کے سنو گے تو اللہ تم

پر رحمت نازل فرمائے گا اور اگر تم اعراض کرنے والوں کی راہ چلو گے تو تم اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اور قیامت کے دن اہل خسران کے زمرہ میں شامل ہو گے۔

اور بیان کرتے ہیں کہ میں انہیں خاتون کو دیکھا کہ ایک دن اپنے لڑکے کو نصیحت کر رہی تھیں: اے میرے بیٹے رات اور دن کی برائیوں سے بچو اور لغو کاموں سے اجتناب کرو، زندگی کی یہ مہلتیں ختم ہو جائیں گی اور اپنی ذات پر توجہ بھی نہ دے پاؤ گے اور آخرت کے سفر کی تیاری بھی نہ کر سکو گے، ، سنو میرے بچے جنت کا کوئی بدل اور عوض نہیں ہے، اور معاصی کے ارتکاب سے دوزخ میں جانے سے بچانے کی کوئی قیمت اور صورت نہیں ہے، سنو میرے بچے اپنی ذات کے لئے کچھ کر لو اس سے پہلے کہ عمل اور زندگی کے درمیان موت حائل ہو جائے اور قبل اس کے کہ امر الٰہی آ جائے سنجیدگی سے کچھ کوشش کر لو، اور سنو میرے بچے دنیا کے شرور وفتن بھر جانے کے وقت ملعون کے مکر و فریب، اور زمانہ کے غلبہ سے اپنے کو بچاؤ اس وقت یہ حال ہوگا کہ نیک اور پرہیز گار کوشش کریں گے کہ کس دنیا کے مصائب وفتن سے نجات پائیں، پھر اسی خاتون نے کہا تمہارے لئے بڑی محتاجی ہوگی اگر تم نے اللہ کی نافرمانی کی حالانکہ تم نے اللہ کو اس کے احسان وانعام کو جان لیا ہے اور تم نے ابلیس کی اطاعت کی جب کہ تم اس کو اس کی سرکشی اور بغاوت کو جان لیا (صفۃ الصفوۃ ۳۶۸/۴)۔

اس طرح خواتین تابعیات، ادب عالی اور بلند اخلاق سے سرفراز تھیں، اور دین کی سمجھ اور ذات کی سمجھ سے بیک وقت بہرہ یاب تھیں، یہاں تک کہ وہ اپنے وجود میں ایک مستقل مدرسہ تھیں، جن سے امت اسلامیہ کے بڑے بڑے تابعین وتبع تابعین اور ائمہ ومجتہدین نکلے جو تمام علوم شرعیہ اور فنون ادبیہ میں بے نظیر تھے، جیسے سعید بن المسیب، امام سفیان ثوری، سعید بن جبیر رحمہم اللہ وغیرہم یہ سب انہیں خواتین کہ اولاد تھے، جنہوں نے حکمت ومعرفت اخلاق حسنہ، بردباری سے معمور خانوادوں میں تعلیم وتربیت حاصل کی تھی اور آخر ایسا کیوں نہ ہوتا، جب کی ماں ہی زندہ جاوید حکمت اور گرانمایہ محبت و پیار کا سرچشمہ ہوتی ہے۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

الأم مدرسة إذا عددتها   أعددت شعباً طيب الأعراق

(ماں وہ مدرسہ ہے جس کو جب تم تیار کروگے تو پاکیزہ اور بہترین طبیعت والی قوم تیار کروگے)۔

اور خاندان کی تشکیل میں عورت کا کردار، معاشرہ کی تشکیل میں اس کے کردار سے جدا نہیں ہے اس کہ خاندان ہی معاشرہ کی اساس اور اس کا ستون ہے۔

بہر حال گھر کے باہر اجتماعی میدان میں تو خواتین کی ذمہ داریاں بہت وسیع ہے وہی مختلف میدان میں معاشرہ کے افراد تیار کرتی ہیں، یہ سب چیزیں خواتین کو مثالی قیادت اور بلند اخلاق پیدا کرنے پر قادر بناتی ہیں اور وہ نیکی وبھلائی کے کاموں میں انفرادی واجتماعی اور ملازمتی وسرکاری پلیٹ فارموں سے۔

اللہ تعالی کے فرمان کا عملی مصداق بن کر شرکت کرتی ہیں، جیسا کہ سورہ احزاب کی آیت ۳۵ میں اللہ نے فرمایا:

(بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومنہ عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور بہت زیادہ یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے)۔

ہم عصر معاشرہ میں عورت کا کردار

نزہت طلعت عصر (مصر)

(الوعی الاسلامی شمارہ ۴۷۱)

دنیا اکیسویں صدی عیسوی میں سانس لے رہی ہے، صنف نازک زندگی کے ہر میدان کے اندر فیکٹریوں، کارخانوں، کھیتوں میں مرد کے شانہ بشانہ مل کر کام کر رہی ہے، یہاں تک کہ بہت سے مواقع پر مردوں سے فائق نظر آتی ہے اور دونوں کے درمیان ہم سری کا شبہ ہونے لگتا ہے اور مبالغہ آرائی نہ سمجھی جائے تو صنف نازک مردوں کے ہم مقابل ہے دونوں میں کمپٹیشن چل رہا ہے جس کی وجہ سے توازن بگڑتا جا رہا ہے، اور حق و باطل کے مابین اور جو ہو رہا ہے یا کیا ہونا چاہئے کہ درمیان کی حدیں ختم ہوتی جا رہی ہیں، لہذا دونوں کے کرداروں میں اضطراب پیدا ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے راہوں کا ٹکراؤ سوسائٹی کی علامت اور پہچان بن گئی ہے، اسی خلجان میں اسلامی معاشرہ بھی ہے۔

عورت اسلام کے سایہ میں:

روم و فارس، مصر و یونان، ہند و عرب کی قدیم جاہلیت اور خود ساختہ تمدن عورتوں کے خلاف متحد ہو گیا تھا، سب سے مل کر عورت کو انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا تھا، اس کی زندگی کے تمام حقوق پامال کر چکے تھے بلکہ اس کی زندگی ہی چھین رہے تھے، ظلم وستم اور ناقدری کے اس بھیانک دور میں اسلام صنف نازک کا حمایتی و مددگار اور راہ نجات بن کر آیا تو اسلام صنف نازک

کے مقام ومرتبہ کو بلند کیا اور اس کے اعزاز واکرام، حسن تربیت، خوش معاملگی اور دلداری پر پوری توجہ مبذول کی اور اس کو مردوں کے لئے تحفہ خداوندی سرمایہ زندگی اور شریک حیات بنایا کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں بلکہ اسلام نے عورت کو خاص نظر سے دیکھا کہ اس وجہ سے کہ عورت ہی خاندان کی تیاری اور بنانے میں مرکزی رول ادا کرتی ہے، اورانجام کار وہی انسانی سماج کا بیج تیار کرتی ہے، لہذا مرد وعورت، اسلام کے ترازو میں وہی دونوں انسانی زندگی کا قوام ہیں جو اسی صورت میں ترقی کرسکتی ہے جبکہ مردوزن دونوں میں مکمل ہم آہنگی ہو دونوں میں اتحاد فکر وعمل ہو، اور اسلام اپنے نظریہ انسانی کے تحت مردوزن کے حقوق وواجبات کے سلسلہ میں ایک نظریہ رکھتا ہے۔

اس کے نزدیک مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں نہ ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے۔ مگر تقوی اور عمل صالحہ کے ذریعہ، مرد اپنے تخلیقی دائرہ کار میں اور عورت اپنے فطری دائرہ میں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور عملی زندگی جس کی اچھی ہوگی وہی اللہ کے نزدیک برتر وافضل ہے۔

"**فاستجاب لهم ربهم أنى لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثى بعضكم من بعض**" (آل عمران: ۱۹۵) (تو قبول فرمایا ان کی دعا کو ان کے لئے ان کے رب نے کہ میں تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کا حصہ ہو)۔

اسلام میں عورت کے بلند مرتبہ، اسلام کی رفعت شان اور اس کی تروتازگی کا ثبوت ہے اور اس بات کی تاکید ہے کہ اسلامی شریعت میں اتنی قوت وصلاحیت ہے کہ وہ ہر جگہ ہر زمانہ میں ہر قوم وملت کے لئے دستور حیات ہے، اسلام نے عورت کی انسانیت کا اکرام کیا اور اس کو مردوں کے مساوی حقوق عطا کئے حق تعلیم ہو یا حق تہذیب وثقافت، یا عمل واختیار کا حق ہو، اسی طرح اس کو تمام شہری اور تمدنی حقوق کے ساتھ مختلف امور میں اس کی ذمہ داریاں طے کیں اور ان سب کی

ادائیگی پر اجر وثواب کا وعدہ کیا ہے۔

موجودہ اسلامی معاشرہ میں عورت کی صورت حال:

آج کل اسلامی معاشرہ میں اس حیص بیص میں گرفتار ہے کہ وہ کونسا طرز حیات اختیار کیا جائے جو عصر حاضر کے احوال کے مناسب ہو اور وہ بیمار ماحول میں غیر صحیح معیاروں کے موافق بھی ہو، اسلامی معاشرہ حیران ہے کہ عہد حاضر میں اپنے خاص علمی وعملی دائرؤں میں رہ کر کس طرح اسلامی اعلی قدروں کو نافذ کرتے کس طرح مغربی تمدن سے اخذ کردہ خوبیوں کو مشرقی اسلامی تہذیب کے ساتھ ہم آہنگ کرے کہ اس کے طرز حیات اور روایات واقدار کو کوئی نقصان نہ پہنچے، اس گومگو کیفیت کا اثر مسلم خاتون کی زندگی پر بھی پڑا۔لہذا وہ دونوں تہذیبوں (اسلامی اور مغربی) کے ٹکراؤ سے متاثر ہوتی ہے وہ دو رجحان کے درمیان حیران وپریشان اور فکرمندی کھڑی ہے کہ مغربی تمدن کی طرف جائے یا اسلامی تہذیب پر قائم رہے جبکہ دونوں اس کو اپنی جانب کھینچ رہے ہیں، دونوں تہذیبوں کے حمایتی دعوی کررہے ہیں۔

ان کا ہدف عورت کی عزت وکرامت اور وقار کی حفاظت کرنا اور اس کے حقوق کا دفاع کرنا ہے، جس کے ذریعہ عورت کا انسانی وجود محفوظ رہے گا، اور اس کو سماج کا نافع کارآمد سرگرم ممبر کا مرتبہ حاصل ہوگا۔

لہذا پہلا اسلامی رجحان عورت کو دعوت دیتا ہے کہ اپنے گھر کی چہاردیواری کو لازم پکڑ لے وہی اس کی طبعی جگہ اپنی سرگرمیاں اسی کے دائرہ میں رہ کر انجام دے جس میں اس کا انسانی وجود عزت واحترام کے ساتھ قائم رہے گا اور اس رجحان ونظریہ کے حمایتی اپنے دعوی کی صحت کے لئے مختلف دلائل وبراہین پیش کرتے ہیں جو کبھی دین کے حوالے سے پختہ ہوتے ہیں تو کبھی عورت کی تخلیقی واخلاقی حیثیت سے مستحکم ہوتے ہیں اور کبھی اس خطرناک صورت حال کی طرف اشارہ کردیا جاتا ہے کہ کس طرح جدید ماحول وزمانہ میں سرگرم عمل خواتین کو قسم قسم کے ناموافق،

جانبدارانہ اور بدبختانہ حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بہرحال دوسرا مغربی رجحان تو عورت کو مرد کا مقابلہ کرنے اور تمام ذمہ داریوں اور اعمال، یہاں تک کہ اس کے تمام مشاغل میں مزاحمت کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ عورت ومرد میں کوئی امتیاز نہ رہے، ورنہ اس کی شخصیت بے معنی ہوکر رہ جائے گی، ورنہ اس کا انسانی وجود حسرت بن کر رہ جائے گا، مغربی جدید نظریات ورجحانات کے مؤیدین اپنے نظریہ کے صحیح ہونے کی دلیل میں مغربی سوسائٹی کی ترقیات کو پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ اس کو مشعل راہ بنائیں اور مغرب کے نقش قدم پر چلیں یہاں تک کہ عروج وارتقا کی آخری حد تک پہنچائیں۔

اس ٹکراؤ اور کشمکش کے باعث اسلامی اور مغربی دونوں رجحانات کے حامی اعتدال کی راہ سے کافی دور نکل گئے ہیں، جبکہ اسلام کی ابدیت کا راز یہ ہے کہ اس میں قیامت تک باقی رہنے اور ہر دور وزمانہ کے تغیرات کو اپنے سانچہ میں ڈھال لینے کی صلاحیت وقوت ہے وہ جامد، محض دین نہیں بلکہ زمانہ کے چیلنجوں کا مقابلہ کرتا ہے اور اس مشکل مرحلہ سے بھی نہ صرف نکل جائے گا بلکہ نسل انسانی کو اعتدال پر لا کھڑا کرے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ”**كذلك جعلناكم أمة وسطاً**“ (بقرہ:۱۴۳) (ایسے ہی ہم نے تم کو معتدل امت بنایا ہے)۔

اسلام میں انسانی کردار کی حقیقت:

اس روئے زمین پر انسان کی ذمہ داری خواہ مرد ہو یا عورت، اسی دن شروع ہوگئی تھی جب اس نے اس بارامانت کو قبول کرکے اٹھالیا تھا جو اللہ تعالی نے اس پر پیش کیا تھا کہ زمین میں اللہ کا خلیفہ ہونے کی ذمہ داری سنبھالے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

”**إنا عرضنا الأمانة على السموات والأرض والجبال فأبين أن يحملنها وأشفقن منها وحملها الإنسان**“ (سورہ احزاب:۷۲) (ہم نے آسمانوں اور زمینوں

اور پہاڑوں پر امانت (الہیہ) پیش کی اس کو اٹھالیں تو سب نے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈرے اور انسان نے اس کو اٹھالیا)، اور اس ذمہ داری سے قدرتی طور پر انسان کا عمل وکردار اس غرض وغایت میں محدود ہوگیا کہ اس کی تخلیق اللہ تعالی کی عبادت کے لئے ہوئی ہے جیسا کہ یہ آیت کریمہ رہنمائی کرتی ہے:

"**وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون**" (الذاریات:۵۶) (اور ہم نے انسان وجنات کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور یہ خداوندی تحدید وہ دائرہ ہے جس کے درمیان وہ تمام دوسرے انسانی اعمال وکردار محدود ہیں جو زندگی کو توازن کے ساتھ رواں دواں رکھنے کے ضامن اور ربانی مظہر وجوہر کے معاشرہ قائم کرنے کے کفیل ہیں۔

عورت کی ذمہ داری اسلام کی نظر میں:

اسلام میں عورت، عام وخاص ذمہ داری کی حامل ہے اگر ایک پہلو سے وہ اپنی ذات اپنی عبادت اور اپنے گھر کی ذمہ دار ہے تو دوسرے پہلو سے اپنے معاشرہ وسماج کی بھی ذمہ دار ہے اور یہ ذمہ داری کسی بھی طرح مرد کی ذمہ داری سے کم نہیں ہے اور اس کی اطاعت اور معصیت کے اعتبار سے ثواب وعذاب کا معاملہ بھی اللہ کے نزدیک مردوں کی طرح ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو تم میں ہر ایک نگراں اور اپنے ماتحتوں کا ذمہ دار ہے لہذا لوگوں کا امیر وحاکم اپنی رعیت کا نگراں اور ذمہ دار ہے، اور آدمی اپنے اہل خانہ کا نگراں اور اپنے ماتحتوں کا ذمہ دار ہے اور عورت اپنے اہل خانہ کی اور اپنی اولاد کی نگراں اور ان کی ذمہ دار ہے اور آدمی غلام (ملازم اور خادم) اپنے آقا کے مال وجائیداد کا نگراں اور اس کا ذمہ دار ہے، سنو تم سب نگراں اور تم سب ذمہ دار ہو اپنی رعایا اور ماتحت افراد کے (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الاحکام ج۲۱)۔

معاشرہ میں عورت کا کردار اسلامی نقطہ نظر سے:

عورت کا کردار، زندگی میں معاشرہ سے لے کر دوسرے کاموں تک مثبت ومنفی اعتبار سے بدلتا رہتا ہے ایک ناحیہ سے طبعی عادات کے تابع ہوکر تو دوسرے اس ناحیہ سے کہ معاشرہ کی تیاری میں وہ کس سرگرمی میں حصہ لینا قبول کرتی ہے، اوران تمام کاموں میں جس میں عورت کی فطرت مرد کی برابر چاہتی ہے اسلام نے مردوعورت کے مساوی حقوق رکھے ہیں جیسے عبادت ان دونوں کے درمیان مساوات رکھی ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"**من عمل صالحاً من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون**" (سورۃ النحل: ۹۷) (مرد ہو یا عورت جو بھی اچھا عمل کرے گا مومن ہونے کی حالت میں تو ہم اس کو بہترین زندگی عطا کریں گے اوران کے اچھے کاموں کی جزا دیں گے)، اورفرمایا: "**وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون**" (سورۃ التوبہ: ۱۰۵) (اے رسول کہہ دیجئے کہ تم سب عل کروتو اللہ اوراس کے رسول اورتمام مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے)۔

ان دونوں آیتوں میں ہم پاتے ہیں کہ اسلام میں عورت مرد کے مثل ہے ضروری ہے اصلاً وہ عمل کرنے والے مرد کی طرح عمل کرے اگرچہ ان کے حالات اورجگہ کے اختلاف سے کام کی طبیعت وحیثیت سے عمل کبھی کبھی بدلتا رہے اوراس لحاظ سے کہ اسلام نے عورت کا ذمہ دار ہونا مقرر کردیا تو اسلامی معاشرہ میں عورت کے کرداروں کی تحدید کی جائے اول ایک گھر سے متعلق اس کے خاص کردار، دوم معاشرہ سے متعلق اس کے عام کردار۔

اول: خاص کردار: "گھر"

اسلام میں عورت کے لئے اساسی اورطبعی کردار ہے اوروہ اس کا اپنا گھر ہے لہذا ایک

دوشیزہ ہونے کی حیثیت سے اس پر واجب ہے مستقبل میں بیوی اور ماں ہونے کی حیثیت سے خود کو تیار کرنا شروع کرے اور بیوی ہونے کی صورت میں اس پر لازم ہے اپنے شوہر پر پوری توجہ صرف کرے اور اس کی مخلص ہو اور ماں کی حیثیت سے اس پر واجب کہ اس کا سارا اہتمام اور توجہ اپنے شوہر اور اولاد پر مبذول ہو اور یہ سب کام اس سے تقاضہ کرتے ہیں اپنے کو اس گھر کے لئے فارغ رکھے جس کے اندر نسلیں پروان چڑھتی ہیں اور وہ انسانی ماحول اور وجود تیار ہوگا ہے جس کے شانوں پر امت کی تعمیر ہے اور بعد میں چل کر اسی پر قوم کا انجام موقوف ہے، لہذا ماں بچے کا پہلا مدرسہ ہے اور وہی آگے چل کر نوجوانوں اور مردوں کی زندگی میں یکساں طور پر سب سے اثر انداز ہوتی ہے اور اس کی یہ عظیم ذمہ داری اجر و ثواب میں مردوں کے اجر و ثواب کے برابر ہے جو ان کو جہاد اور جنازہ میں شریک ہونے سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابیہ حضرات اسماء بنت یزیدؓ سے فرمایا تھا جبکہ وہ آنحضور ﷺ کے پاس عورتوں کے اجر و ثواب کے بارے میں معلوم کرنے آئی تھیں، اے اسماء جاؤ اور دوسری عورتوں کو بھی باخبر کردو کہ تم عورتوں میں سے کسی کا اپنے شوہر کی اچھی طرح اطاعت کرنا اور اس کی خوشنودی کا طالب ہونا اور شوہر کی مرضیات کی تابع ہونا، ان تمام نیکیوں اور ثوابوں کے برابر ہے جو مردوں کے لئے ذکر کئے گئے ہیں۔

دوم: عام کردار:

بہت دراز مدت سے عورت بار آور خارجی عمل کے میدان سے کنارہ کش ہو کے اپنے مختصر گھریلو معاشرہ کی سرپرستی و نگرانی پر قناعت کئے ہوئے ہیں، لیکن وہ دن دور نہیں کہ یہ حالت بدلے گی اور عورت بڑے معاشرہ میں شامل ہو کر مردوں کے ساتھ مل کر مختلف میدانوں میں معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے گی وہ میدان درج ذیل ہیں:

(۱)عورت دینی ثقافت اور علم کے میدان میں:

اسلام کا عورت کو ذمہ داری سونپنا اس کو حق دیتا ہے کہ ہر وہ چیز سیکھے جو اس کو اکمل طریقہ سے اس ذمہ داری کو انجام دینے کا اہل بنائے جیسے خیر کی جستجو اور فساد سے دور رہنے کی صلاحیت پیدا کرے، اسی وجہ سے اسلام نے عورت پر معاملات وعبادات اور عقائد سے متعلق تمام احکام کی معرفت حاصل کرنا واجب کیا ہے اور ایسے ہی کھانے پینے کی چیزوں میں سے حلال وحرام کو جاننا واجب قرار دیا ہے اگر چہ ان واجبات کا درجہ فرض عین اور فرض کفایہ ہونے میں متفاوت ہے جو علم کی اہمیت اور معاشرہ کی حاجات کے تابع ہے۔

بہر حال دینی ثقافت کے میدان میں تو عورت کا اس میں اہم کردار ہے، صحابیات ؓ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تائید اور حوصلہ افزائی حاصل ہوئی جس نے بعض صحابیات کو دینی تعلیمات کا اہتمام کرنے والا بنا دیا خاص کر احادیث کی روایت کرنے میں جن کی پیشوائی ام المؤمنین حضرت عائشہ ؓ کر رہی تھیں آپ کی روایت حدیث کے میدان میں مرجع کی حیثیت تھی، عورت کو بیوی یا ماں ہونے طلب علم سے نہیں روکا، لہذا خواتین اسلام نے مسجدوں، خانقاہوں، کتب خانوں، مدارس اور ان کے علاوہ ان تمام جگہوں میں جو بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے بنائی گئی تھیں، علوم ومعارف کا درس لیا ہے، اگر چہ محققین عورتوں کی تعلیم وتربیت کے طبعی منہج کی حد بندی میں مختلف خیالات رکھتے ہیں اور اس بات میں بھی نظریاتی اختلاف ہے کہ اسلامی معاشرے کا ڈھانچہ تیار کرنے میں نوجوان مردوں اور عورتوں کو کس قسم کی تہذیب وثقافت سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے اس لئے علوم وفنون اپنی مختلف اقسام وانواع میں برابر ہیں، خواہ انفرادی یا سماجی واجتماعی مصلحت سے متعلق ہوں یا دینی اور دنیوی امور سے ان کا تعلق ہو، بہر حال اس کی تحصیل مرد وعورت دونوں کے لئے یکساں طور پر مباح ہے جب تک کہ عورت، اسلامی دائرہ میں رہ کر اسی کی فضا میں تمام علوم وفنون حاصل کرے اس شرط کے

ساتھ طلب علم عورت کا حق اور فریضہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس حکم کے تحت عورتیں بھی شامل ہیں، اور علماء کی فضیلت تمام لوگوں پر ظاہر ہے اس لئے کہ دین کی سمجھ اور اس میں مہارت ورسوخ کا درجہ دوسرے تمام علوم وفنون پر فوقیت رکھتا ہے۔ حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا فرمارہے تھے "من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین" (رواہ البخاری) (اللہ تعالی جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین میں سمجھ عطا کرتے ہیں)۔

سوم: عورت میدان عمل میں:

عمل کے معاملہ میں عورت کا حق بالکل واضح ہے، مسلم خواتین نے درس وتدریس کا منصب سنبھالا اور ان کے منبع علوم ومعارف سے بڑے بڑے علماء وفضلاء نے جرعہ کشی کی اور ان سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی، بیان کیا جاتا ہے کہ تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی نے مشہور محدثہ کریمہ بنت احمد مروزی سے صحیح البخاری کا درس لیا، اسی طرح عورت نے طبابت اور معالجہ کا پیشہ اختیار کیا اور اس میں عزت وشہرت پائی جیسے حضرت رفیدہ الانصاریہؓ۔

عورت اور سیاست:

الف: جنگ میں شرکت:

اسلام نے مردوں کو اور شوہر کی اجازت سے عورتوں کو جہاد کرنے کا حق دیا ہے اور ضرورت پیش آئے اور معرکہ آرائی سخت ہوجائے تو اپنی عصمت وعزت اور قوم ووطن اور ملت کی حفاظت کے لئے عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی جہاد کے لئے نکل سکتی ہے، ایسی صحابیاتؓ بھی تھیں جو شمشیر زنی اور گھوڑسواری کرتی تھیں اپنے اس رول کی اہمیت کے پیش نظر جو خواتین اسلام نے میدان کارزار میں ادا کیا جیسے زخمی مجاہدین کی تیمارداری، شہداء کرام کی تدفین، مجاہدین کے

لئے کھانا پکانا، پانی فراہم کرنا اوران تک ہتھیار پہنچانا اورمشوروں میں شریک ہوکر رائے دینا وغیرہ، امام بخاری نے اسی اہمیت کو بتانے کے لئے ''غزوالنساء وقتالهن مع الرجال'' کے عنوان سے اپنی صحیح میں مستقل باب قائم کیا ہے۔ اگرچہ محدثین کرام کے ترجمۃ الباب کے مقصد کی تعین میں اختلافات ہیں کہ امام بخاری کیا بتانا چاہتے ہیں، ابن منیرؒ کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خواتین کا مجاہدین اسلام کی اعانت کرنا بایں معنی غزوہ ہے کہ جب وہ میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلانے کے اہم کام پر جاتی تھیں تو دشمنوں سے اپنا دفاع بھی کرنا پڑتا اور یہ بھی غزوہ ہے اور امام مسلمؒ کا مسلک ونظریہ ہے کہ اگر خواتین اسلام مردوں کے ہمراہ جہاد کے لئے نکلیں تو قتال نہ کریں بلکہ اپنی سرگرمیاں زخمیوں کی تیماری تک محدود رکھیں (فتح الباری لابن حجر کتاب الجہاد ٦/٨٧)۔

بہرحال معاملہ جو بھی ہو لیکن عملاً قتال وجہاد کا حق عورتوں کو بھی ویسے ہی حاصل ہے جیسا کہ مردوں کو حاصل ہے اور ہمارے اس دور میں اگر عورت جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتی ہے تو اسلامی معاشرہ اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کو ایسا ماحول فراہم کیا جائے جس میں وہ اپنی عزت وحرمت کی حفاظت کر سکے تا کہ وہ اپنا عوامی کردار ہوس پرستوں سے دور رہ کر پرامن فضا میں ادا کر سکے اور اس کو اپنی خود حفاظتی کی ٹریننگ دینا بھی ضروری ہے۔

ب: عورت کا تائید یا مخالفت کر کے اپنی رائے ظاہر کرنا:

اسلام مرد وعورت کو ایک نظر سے دیکھتا ہے لہذا تو عورت کا اس بات کا حق حاصل ہے کہ کسی مسئلہ میں اپنے لئے مخصوص معاملہ میں اپنی رائے دے اور دلائل وشواہد سے اپنے مخصوص حق کا دفاع کرے، اور امیر المؤمنین اور حاکم کے لئے ضروری ہے کہ عورت کی بات کو غور سے سن کر اس کی مشکل حل کرے، سورہ مجادلہ جو خولہ بنت ثعلبہؓ کے واقعہ ظہار میں نازل ہوئی یہ امور نسواں کے اہم آثار میں سے ہے اور اس حقیقت کی عکاسی ہے کہ اسلام کس قدر انسان ہونے کی

حیثیت سے خواتین کا احترام کرتا ہے اوران کی رائے کی قدر کرتا ہے۔ امیر المؤمنین کا یہ جملہ اس کا ثبوت ہے کہ فرمایا: ''أصابت امرأة و أخطأ عمر'' (عورت نے صحیح کہا اور عمر نے غلطی کی)، یہ جملہ عورت کی آزادی رائے اور تائید یا مخالفت کر کے رائے دینے کے حق کی توفیق کرتا ہے، اور اب انتخابات میں خواتین کو حق رائے دہی کا قانون، سیاست میں عورتوں کی شراکت کے وسیع کردار کی راہ ہموار کرتا ہے۔

ج: عورت کا حق بیع وشراء:

وہ تمام عام اعمال وکردار، عورت جس میں شرکت کرنے کا حق رکھتی ہے ان میں سے ایک عورت کا لین دین اور خرید وفروخت کرنا ہے جو معین اصول کی پابندی کرتے ہوئے پورا کرے گی اور عصر حاضر میں مرد وعورت یکساں طور پر بغیر کسی تفریق کے مختلف قسم کے کاروبار اور لین دین کے پیشہ سے جڑے ہیں (وظیفۃ المرأۃ فی نظر الاسلام، کمال جودہ/۴۷)۔

د: صدقات عطیات اور امدادی کام:

خواتین اسلام کو پورا حق حاصل ہے کہ اسلامی معاشرہ اور انسانی سوسائٹی کی مدد کے لئے مال ودولت یا سامان کا عطیہ دے اور اسی طرح لوگوں کو پریشانیاں اور مصیبتیں دور کرنے میں حصہ لے، رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں خواتین اسلام اسلامی لشکر کی تیاری اور دوسرے رفاہی وسماجی کاموں میں اپنے زیورات اور درہم ودینار عطیہ وصدقہ میں دیتی تھیں اور اس طرح قصر اسلام کی حفاظت کرتی تھیں، ان کی سخاوت اور ایثار کے واقعات مثالی نمونے ہیں۔

چہارم: عورت عوامی خدمات کے میدان میں:

قدیم وجدید دور میں خواتین نیکی وبھلائی کے کاموں میں نمایاں رہی ہیں، اس لئے کہ

ان میں فطری طور پر دینداری محبت اور نرم مزاجی پائی جاتی ہے انہوں نے گراں قدر رفاہی خدمات انجام دی ہیں جن کے ذریعہ لوگوں کے سر سے فقر وفاقہ اور امراض ومصائب اور قحط کا بوجھ کم ہوا ہے اور عورتوں نے اسپتال، راحتی کیمپ، پرورش گاہیں اور مکاتب ومدارس بنوانے میں حصہ لیا اور اسلامی معاشرہ کی مدد کرنے اور اجتماعی عوامی بوجھ کو ہلکا کرنے میں دست تعاون دارز کیا (المرأۃ فی القدیم والحدیث، عمر رضا کحالہ ۱/۱۱)۔

عمل خیر اور معاشرہ کی مدد میں مرد وعورت دونوں ایک دوسرے کے شریک کار ہیں اللہ تعالی سورہ توبہ میں اس اشتراک کو بیان کرتے ہیں، "**والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة ويطيعون الله ورسوله أولئك سيرحمهم الله، إن الله عزيز حكيم**"(توبہ: ۷۱) (اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے دوست ومددگار ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم کرنے والا ہے بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے)۔

اس وقت اسلامی معاشرہ میں خواتین کے لئے اجتماعی خدمات کے متعدد میدان ہیں، اور خواتین کے لئے تعاون کرنے یہ میدان بھی ہے کہ نیکی وخیر خواہی تعلیم وتربیت، علاج ومعالجہ اور محتاجوں کی مالی اعانت میں عزم وحوصلہ سے حصہ لے کر معاشرہ کی بہت بڑی ضرورت پوری کرسکتی ہیں۔

ان سب کاموں کے علاوہ ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عورتوں سے متعلق جو شرعی ذمہ داریاں ہیں، ان میں مزید جدوجہد کریں تا کہ اپنی حفاظت بھی کرسکیں اور اپنے ایمان وعمل کی بھی حفاظت کرسکیں (النساء: ١٦٦)۔

پنجم: عورت دینی ودعوتی میدان میں:

اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری بہت عظیم ہے اس ذمہ داری میں مرد وعورت دونوں برابر ہیں اور عورت کو یہ حق نہیں کہ اس کام کی ذمہ داری مردوں پر یہ کہتے ہوئے ڈال دے کہ وہ تخلیقی طور پر چونکہ طاقتور ہے لہذا اس فریضہ کو وہی کرے اور عورت خلقتاً ناتواں مخلوق ہے اس لئے وہ یہ کام کما حقہ نہیں کرسکتی، بلکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی بجا آوری میں مرد وعورت کے اپنے اپنے میدان اور دائرے ہیں ان میں دونوں اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے پابند ہیں، یہ ذمہ داری معاشرے کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے کسی خاص جنس یا جماعت تک محدود نہیں ہے اور عصر حاضر میں دعوت وتبلیغ کے جدید ترین موثر وسائل، ٹکنالوجی انقلاب کی بدولت اتنے زیادہ فراہم ہیں کہ آدمی دوسرے کی بات سن بھی سکتا ہے اور دیکھ بھی سکتا ہے، جبکہ بہت سے دینی ودعوتی ادارے اور تنظیمیں اسلامی دعوت وتبلیغ میں ان وسائل وذرائع سے استفادہ اور افادہ کررہی ہیں اگر ان کا استعمال ڈھنگ سے صحیح سمت میں کیا جائے تو انتہائی موثر ذرائع ثابت ہوں گے اور عورتیں بھی مردوں کی طرح اس کا استعمال تمام تر شرعی اصول وضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے کرسکتی ہیں۔

معاشرہ میں عورت کا کردار اور اسلامی نظریہ:

اسلامی زندگی میں عورت نے اپنا صحیح مقام پایا اور اسلامی معاشرہ میں اپنا کردار نبھایا، رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کی طرح صحابیات نے بھی بیعت کی اور خواتین کے لئے شریعت نے جو حد طے کی ہیں ان کے دائرہ میں رہتے ہوئے جہاد میں شریک ہوئیں اور مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی ہجرتیں کیں، دعوت وتبلیغ اور اشاعت اسلام میں بھی حصہ لیا، اسی سے اسلامی زندگی کی جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے صنف نازک کے تئیں کتنا فراخدلا نظریہ اختیار کیا

ہے، انسان ہونے کی حیثیت سے عورتوں کے حقوق وواجبات وہی ہیں جو مردوں کے ہیں وہ عام وخاص ان تمام ذمہ داریوں کی حامل ہیں جن میں ثواب وعذاب کی بشارت یا وعید ہے، اس لئے کہ اسلام دین فطرت ہے اور اسی فطرت پر تمام انسان کی تخلیق ہوتی ہے، اور اس سے انحراف، تخلیقی فطرت وطبیعت سے بغاوت ہے جیسا کہ استاذ محمد محمد المدنی اپنی کتاب ''المجتمع الاسلامی'' میں تحریر کرتے ہیں: دونوں جنس (مردوزن) نے خاص حالات اور ماحول تیار کیا ہے اور دونوں کے لئے وہی راہ ہموار ہوجاتی ہے جس پر چلنا چاہتے ہیں (ص:۵۳)، لہذا کردار واعمال میں مرد وعورت کے درمیان مساوات کسی بھی حالت میں فطرت وطبیعت سے انکار، اور تخلیقی فرق اور اس کے تحت کردار میں اختصاص کو فراموش کرنے کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ مرد وعورت میں سے ہر ایک کے لئے امکانات وذرائع ہیں جن کے بغیر زندگی کی گاڑی نہیں چل سکتی اس وجہ سے کہ مرد وعورت انسانیت کی گاڑی کے دو پہیئے یا انسانیت کے دو بازو ہیں ان میں سے کسی ایک کا ٹوٹنا پرواز سے عاجز کردے گا، اور پستی میں گرادے گا۔

لہذا عورت اپنے دائرہ وحد میں اپنی فطرت کے مطابق عمل کرے اور مرد اپنی حد وفطرت پر رہیں اللہ تعالی فرماتے ہیں: "**ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم على بعض للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن**" (النساء:۳۲) (اور اس چیز کی تمنا مت کرو جس کے سبب اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مردوں کے لئے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس سے جس کو انہوں نے کمایا)۔

تو جب موجودہ اسلامی معاشرہ ترقی کے تمام اسباب ووسائل کو قبول کرتا ہے تاکہ معاشرہ کے نصف آخر حصہ خواتین سے مدد لیں جن میں سے ایسی بھی خواتین ہیں جو یورپین عورتوں کی پیروی کرتے ہوئے مردوں کے مخصوص کاموں میں مکمل مساوات کا مطالبہ کرتی ہیں جب کہ اس مطلق ہمسری سے ان کی نسوانی شان ختم ہوجائے گی اور اس کی وجہ سے عورت اس

تخلیقی انسانی فطرت سے ہٹ جائے گی جس پر اللہ تعالی اس کو دیکھنا چاہتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ''ولهن مثل الذی علیهم بالمعروف وللرجال علیهن درجة'' (البقرہ: ۲۲۸) (اور عورتوں کے لئے مردوں کے مثل بھلائی ہے اور مردوں کوان پر ایک گونہ فضیلت ہے)۔

اگر اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیئے ہیں تو اس مساوات کی کچھ حدیں ہیں عباس عقاد ''الفلسفة القرآنیة'' میں رقم طراز ہیں:

قرآنی فلسفہ نے عورتوں کے لئے جو عدل وانصاف مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ عورت کو اسی جگہ پر رکھا جائے جو اس کی فطری خصوصیت وحیثیت اور معاشرہ اور اس کی انفرادی زندگی سے میل کھائے اس لئے کہ طبیعت دو مختلف جنسوں کی نشو ونما اس طرح نہیں کرسکتی کہ دونوں کے لئے ایک ہی جنس کی صفات اور صلاحیتیں اعمال واخلاق اور زندگی کے مقاصد ہو جائیں پھر اختلاف جنس ہی باقی نہ رہے گا (عباس عقاد ص:۱۵)۔

عباس عقاد کا عورتوں کو تفویض کردہ حقوق کے اس کے کردار کے سلسلہ میں جو نظریہ ہے امام حسن البنا شہیدؒ اس کے اصول سے متفق نظر آتے ہیں اور عورتوں کو مردوں کے بالکل مساوی کرنے کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عدم مساوات ہی عورتوں کے حق میں اسلام کی مہربانی ورحم دلی ہے لہذا اپنی کتاب ''المرأة المسلمة'' میں لکھتے ہیں:

اگر اسلام نے ایک جانب عورتوں کے حق میں سے کچھ کم کیا ہے تو دوسری جانب اس کے بدلے میں خیر سے سرفراز کیا ہے یا حق میں کمی ان کے فائدے اور بھلائی کے مدنظر کی ہے (المرأة المسلمة ص/۹-۱۰)۔

اگر عباس محمود عقاد یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی سوسائٹی، ملک وملت، گھریلو انفرادی سیاست وتدبیر کی پیچیدہ مشکلات سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتا جب تک مرد وعورت کی طبعی تقسیم کے تحت ان کے کردار کی تعیین نہ کرے گا کہ گھر کی حکومت پر عورت کا قبضہ ہوگا اور مرد زندگی کے دیگر میدان میں سرگرم رہے گا، ہم سمجھتے ہیں کہ عباس عقاد یا دوسرے مفکرین جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کو

باہر نکلنے کا صرف دو ہی موقع ہے ایک ماں باپ کے گھر سے شوہر کے گھر آتے وقت، دوسرے شوہر کے گھر سے قبر تک جاتے وقت، تو یہ اسلام کے نظریہ اور مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا اور ان لوگوں کا یہ مقصد بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو حق دیا ہے اور جو چیز اس کے لئے مباح کی یہ اس کو ممنوع قرار دیں اور اس کے حق سے محروم کریں اس لئے کہ اسلام نے عورت کو کچھ خوبیاں ودیعت کی ہیں اور کچھ اختیارات دیئے ہیں آج مرد عورت کو اس منع کرتے ہیں اور ان کا حق سلب کرتے ہیں، عورت کو مسجد جانے کا حق ہے نیز سیاسی، اقتصادی، ثقافتی و اجتماعی سرگرمیوں میں استعمال کرنے کا اختیار رکھتی ہے لیکن اسلامی آداب وشرائط کے دائرہ میں رہتے ہوئے اگر ان سب کی اس کو ضرورت پڑے اور تمام اعمال اس کی نسوانی فطرت سے متصادم نہیں اور جب تک معاشرہ کو اس کی خدمات اور صلاحیتوں کی حاجت ہوگی وہ معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرتی رہے گی، یہ سرگرمیاں عورت کی زندگی کے اصلی کردار یعنی گھر، شوہر اور اولاد سے متعلق امور ادا کرتے ہیں خارج نہ ہوں گی یہاں عورت کے خاص کردار اور عام کردار کے درمیان موثر ربط ہے، گھر کے اندر اس کا خاص کردار کبھی کبھی اس کے عظیم ترین معاشرہ کے لئے عام کردار کا متقاضی ہوتا ہے کیونکہ معاشرہ کی پہلی اینٹ خاندان ہے عورت اپنے خاندان میں معاشرہ کی تعمیر کے لئے بنیاد کا پتھر تیار کرنے میں خاص رول ادا کرتی ہے اور اپنے معاشرہ کو اس کی ضروریات کے تحت صالح اور ترقی یافتہ بنانے میں عام کردار ادا کرتی ہے جس کی اجازت اسلام نے اس کو دی ہے (الفلسفۃ القرآنیہ ص: ۴۵)۔

اور آخر میں یہ اشارہ کرتے چلیں کہ معاشرہ میں نسوانی شرکت کی اصل اباحت پر ہے جو ترجیحات پر قائم ہے اور خواتین کا گھریلو کردار ان ترجیحات کا مقدمہ ہے یہی گھریلو کردار، خواتین کا فطری اور طبعی کردار ہے اور اسلام معتدل دین ہے وہ روح اور مادہ، جان اور جسم، دنیا و آخرت کے درمیان توازن قائم کرتا ہے نہ اس میں حد سے زیادہ تنگی ہے اور نہ ہی بے مہار چھوٹ۔

”وابتغ فيما آتاک الله الدار الآخرة ولا تنس نصيبک من الدنيا “
(سورۃ القصص: ۷۷) (اور اللہ نے آپ کو جو کچھ دیا ہے اس میں آخرت کے گھر کی فکر کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ لینا فراموش نہ کریں)۔

اور ہم کو اسلامی معاشرہ میں خواتین کے کردار اور ان کے مسائل سے متعلق ایسے جامع نظریہ کی ضرورت ہے موجودہ اسلامی حقیقت اور اس کی جامعیت پر مرکوز ہو۔

کیا اسلامی قانون میں عورت کی حق تلفی ہوئی ہے؟

سعید کامل معوض

(الوعی الاسلامی شمارہ ۲۳۲)

اس مختصر مضمون میں، موضوع کے تحت اسلام کی طرف سے خواتین کو تفویض کردہ حقوق کو بہت تفصیل سے بیان نہیں کرنا ہے کیونکہ وہ تو ہمارے تصور سے کہیں زیادہ ہیں اور اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے، اصل مقصد ان بنیادوں کو بیان کرنا ہے جن پر اسلامی شریعت کے احکام کی عمارت قائم ہے، اسلامی حکام کے مطالعہ کے دوران جس اہم امر پر عام طور سے لوگ متنبہ نہیں ہوتے وہ احکام کا مکلّف مسلمان کے طرز عمل ربط و تعلق ہے، جس کی رہنمائی اللہ کا خوف وخشیت کرتی ہے لوگوں کے کردار وعمل کی صحیح سمت میں رہنمائی کا یہ اسلوب وانداز کسی دوسرے دین ومذہب میں ناپید ہے، اس لئے کہ دینی وایمانی نگراں کی مسلسل نگرانی اس چوکیدار کی طرح نہیں ہے جس کو انسانی خود ساختہ قوانین مقرر کرتے ہیں اس لئے کہ اس کا کنٹرول اور گرفت محدود ہے اور انسان کے اندرون کی نگہبانی کی طاقت اس میں نہیں ہے۔

اسی وجہ سے ہم انہیں خاص نکات پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں گے جن میں اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں پر خاص فضیلت دی ہے اور بعض ناقدین اس امتیاز کو مردوں کی جانب سے ضرر پہنچانے سبب سمجھتے ہیں ظاہری طور پر اس فضیلت کے جواز کی علت تلاش کئے بغیر اور نہ اس میں پوشیدہ خداوندی حکمت ومصلحت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

یورپ والوں عادت ایسے قوانین اور لائحہ عمل وضع کر کے فخر وغرور کرنے کی ہے جو

انسان کو اپنے حقوق پر عمل درآمد کو کنٹرول کرتے ہیں اسی طرح عورتوں خاص کر بچوں کے حقوق کا اپنے انداز میں دفاع کرنے پر فخر کرتے ہیں یہ سمجھتے ہوئے کہ ان سب اچھے کاموں کی طرف یورپ نے ہی سبقت کی ہے دوسرے انسانی سماج اور ان کے قوانین ورسومات اور رواجوں میں مفقود ہیں، ان حقوق کے لئے وضع کئے گئے قوانین وشعائر کے وضع کرنے والے ماہرین چاہتے ہیں ان حقوق کے ختم کرنے اور ان کے سببات کے مصادر کا پتہ چلالیں تا کہ اپنے باطل نظریات اور سیاہ اصولوں کے ساتھ اسلام کے خلاف میدان میں اتریں جو اپنے آغاز کے دن ہی سے ان کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ بنا ہے، حق وباطل کی اس محاذ آرائی کا انداز تاریخ کے مختلف ادوار میں بدلتا رہا ہے، کبھی صحافت اور میڈیا کی جنگ کی شکل میں تو سلسلہ وار فوجی حملوں کی صورت میں اور سب کا مقصد انسانی زندگی نکھارنے اور سنوارنے میں اسلامی نظام حیات کو مسخ کرنا اور خواتین کو خاص طور پر اپنے حقوق سے پوری طرح من مانے طریقہ پر لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرنا تھا، یہ ایک ایسا جرثومہ ہے جس کی شکلیں حالات اور مواقع بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں اس لئے کہ اہل یورپ عام پر انسانوں خاص کر عورتوں کے حقوق غصب کرنا چاہتے ہیں بعض منحرف مسلمانوں کی روش کو ذریعہ بنا کر اسی دعوی کو ثابت کرنے کے لئے جو سراسر اس جامع اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہیں جو تعلیمات انسان کی تمام نافع ضروریات کی رعایت کرتی ہے اور انسانی زندگی کے ہر دور میں اس کے لئے نفع بخش اور کارآمد ہے یا پھر مغربی دانشوروں کو اسلام اور اہل اسلام سے بغض ہے جس کی وجہ سے اسلامی نظام حیات خاص کر عورتوں سے متعلق قوانین کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ''**الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم**'' (النساء:۳۴) (مرد، عورتوں پر حاکم ونگراں ہیں اسی سبب سے کہ ان کے بعض کو بعض پر اللہ نے فضیلت دی ہے اور اسی وجہ سے کہ مرد اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں)۔

علامہ زمخشریؒ تفسیر کشاف میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ مرد بایں حیثیت حاکم ہیں کہ وہ عورتوں کو حکم دیتے ہیں یا کسی چیز سے روکتے ہیں جیسے حکمراں اپنی رعایا کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں اور کسی کام سے منع کرتے ہیں اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ حکام فضیلت کے مستحق ہیں مگر قہر و جبر اور غلبہ کے سبب نہیں بلکہ ذمہ دار ہونے کے باعث اور مفسرین نے مردوں کے فضیلت کے فضیلت کا سبب، عقل وحزم، اور عزم وقوت، کتابت کی صلاحیت، شہسواری، تیراندازی وغیرہ کو قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مرد ہی نبی ورسول ہوسکتا ہے اسی کو امامت کبری وصغری حاصل ہے، جہاد اسی پر واجبہ ہے اذان وخطبہ کا وہی حق رکھتا ہے نیز اس وجہ سے فضیلت ہے بیویوں کے نان ونفقہ اور سکنی اور مہر وغیرہ میں اسی کا مال خرچ ہوتا ہے (کشاف ۱؍۵۹۴)۔

جب اللہ تعالی نے مرد کو عورت پر قوام بنایا ہے تو اس پر یہ بھی واجب کیا ہے کہ عورتوں تمام بنیادی ضروریات کو پورا کرے جس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے اس جواب سے ہورہی ہے جو آپ ﷺ نے حکیم بن معاویہؓ کے والد محترم کے سوال پر دیئے انہوں نے کہا ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا ان کا حق یہ ہے کہ جب تم کھاؤ تو وہی اس کو کھلاؤ جب لباس پہنو تو اس کو بھی پہناؤ اور کبھی اس کے چہرے پر مت مارو، اور گھر کے باہر اس کی برائی مت کرو اور نہ اس کو بے سہارا چھوڑ و اور نہ کنارہ کشی اختیار کرو (بخاری، ابوداؤد ونسائی)۔

اسلام نے عورت کی عزت وحرمت کی حفاظت کی ہے اور ان کو قبیح ناموں سے پکارنے سے شوہروں کو منع کیا ہے جو عورت کو ناگوار گزرے اور عزت نفس کو ٹھیس پہنچائے، اور مرد کو عورتوں پر فضیلت اس سبب سے بھی ہے کہ فیزیکل اور بایولوجی نظریات کے تحت اس کی ساخت، عورتوں سے افضل ہے وہ بڑی سے بڑی ذمہ داریوں کو اٹھانے پر قادر ہے اس کے علاوہ دوسری خصوصیات کا حامل ہے اس فضیلت وامتیاز کے مقابلہ میں کچھ شرعی ضمانتیں عورتوں کو حاصل ہیں، اگر مرد اپنی فضیلت کے مقصد کو کھنے میں غلطی کرتا ہے تو یہ ضمانتیں عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں ان سب کے علاوہ اسلام جب اپنے اصول وقانون بناتا ہے تو مسلمانوں سے اس کی پابندی چاہتا

ہے ان پر عقل سلیم اور ایمان کی پاسبانی ہوتی ہے جو مرد عورت کو میاں بیوی کی حیثیت سے اپنے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرنے کی تاکید وتلقین کرتے رہتے ہیں تاکہ شوہر بیوی پر زیادتی کرے نہ بیوی شوہر کی نافرمانی کرے اسی وجہ سے اگر بیوی سے نافرمانی سرزد ہوتی ہے تو مرد کو حکم ہے کہ اس کی کج خلقی کو درست کرنے کے لئے ہلکی پھلکی سزا دے کیونکہ اس کی ناقص العقلی کے سبب ہی غلطی ہوتی ہے اگرچہ کوتاہ بین اور اندھی عقل والے اس حقیقت کو نہیں سمجھتے لیکن یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عورت کا دماغ کسی بات کو سمجھنے میں مرد کے دماغ سے کمزور ہوتا ہے اور اکثر باتوں کو بھول بھی جاتی ہے اس کا ثبوت یہ آیت کریمہ ہے:

"**واستشهدوا شهيدين من رجالكم فإن لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء أن تضل إحداهما فتذكر إحداهما الأخرى**" (بقرہ:۲۸۲) (اور تم اپنے لوگوں میں دو مرد کو گواہ بنالو تو اگر وہ مرد نہ ہو تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ بنانا پسند کرو، اگر ایک عورت گواہی بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے)۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدود وقصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی اور زمخشری کہتے ہیں کہ تفسیری نکتہ فتذکر کے لفظ میں یہ ہے کہ دوسری عورت پہلی عورت کو مذکر کے درجہ میں لاکھڑا کرے گی ذکر ویذکر سے مذکر بنانا یعنی جب دونوں ایک ساتھ گواہی میں جمع ہو جائیں گی تو مذکر (مرد) کے مرتبہ میں ہو جائیں گی (تفسیر الکشاف ۱/۳۳۲)۔

لیکن اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کو تنبیہا مارنے کی جو اجازت دی ہے اس میں تقوی اللہ کی قید بھی لگا دی ہے کہ اپنا غصہ اتارنے کے لئے نہیں بلکہ تادیبا ضرب خفیف کی اجازت دی جارہی ہے اس شرعی شرط سے ناواقف ہی حدود شریعت سے تجاوز کرے گا اور بیویوں پر ظلم کرے گا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اپنی بیوی کو ایسی مار نہ مارے جو غلاموں کو ماری جاتی

ہے پھر دن کے آخر میں اس سے جماع بھی کرے گا (بخاری باب النکاح)۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی غیرت گوارہ کیسے کرے گی کہ صبح تو سخت مار لگائی ہے پھر اسی سے اپنی خواہش بھی پوری کرے جہاں تک بیوی کو اپنے قرب سے محروم رکھنا ہے تو اس سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا مقصود ہے تا کہ عورت اپنی غلطی سدھار لے اور آئندہ شوہر کو ناراض کرنے والی حرکت نہ کرے مارنا تو آخری علاج ہے، اور جب ہم میراث کے مسئلہ پر نظر ڈالتے ہیں تو پاتے ہیں کہ اسلام نے مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر حصہ دے کر اس کو فضیلت دی ہے اس حکیمانہ فیصلہ کی جزئیات میں سے یہ ہے اسلامی قانون وشریعت میں مرد ہی عورت کا ذمہ دار ہے اس کے خاوندی فرائض میں سے کہ اپنی بیوی کی رہائش، کھانے پینے کا انتظام کرے جبکہ عورت کو یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ شوہر اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے، ان سب کے باوجود شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو میراث میں ایک بڑا حصہ دیا ہے، یہاں تک کہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں یہ مقررہ میراث پائے گی، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

''فإن كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وإن كانت واحدة فلها النصف ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث فإن كان له إخوة فلأمه السدس من بعد وصية يوصى بها أو دين ''(النساء:١١)۔

(اگر عورتیں ہوں دو سے زیادہ تو ان کے لئے میت کے ترکہ کا دوتہائی ہے اور اگر صرف ایک ہی بیٹی ہو تو اس کے لئے نصف ہے، اور اس (میت) کے ماں باپ کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ہے اگر مرنے والے کی اولاد ہے تب، اور اگر مرنے والے کے وارث صرف ماں باپ ہیں تو اس کی ماں کے لئے ایک تہائی ہے (دوتہائی باپ کا) اور اگر اس مرنے والے کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (باقی باپ اور بھائی بہنوں کا) اس وصیت کو نافذ کرنے کے بعد جو مرنے والا کر گیا ہے یا اس

دین کوادا کرنے کے بعد جو مرنے والے کے ذمہ تھا (باقی ماندہ ترکہ میں میراث کا یہ حکم جاری ہوگا)۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اگر متوفیہ کے وارث صرف شوہر اور ماں باپ ہیں تو شوہر کو کل میراث کا نصف ملے گا پھر نصف باقی میں دوثلث ماں کو اور ایک ثلث باپ کو ملے گا، یہاں مسئلہ قاعدہ میراث کے برعکس ہوگیا یعنی للأنثى مثل حظ الذكرين (تفسیر الکشاف ۱/۴۷۲)۔

اور اسلام نے مرد کی فضیلت کے باوجود عورت کو یہاں تک حق دیا ہے کہ اگر عورت حالت حمل میں بیوہ یا مطلقہ ہوگئی شوہر کی وفات کے ایک ماہ بعد اس کے یہاں ولادت ہوئی تو وضع حمل کی مدت عدت کی انتہا ہوگی اسلام نے حالت نفاس میں اس کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ نومولود بچے کے ساتھ کسی کو محفوظ پناہ گاہ میں اپنی زندگی گزارے جو اس کے حقوق کی حفاظت کے ساتھ اس پر خرچ بھی کرے نفساء عورت کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ام المؤمنین ام سلمہؓ کی خدمت میں اپنے غلام کریب کو بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ سبیعہ اسلمیہ کے شوہر کو قتل کیا اس حال میں سبعیہ حمل سے تھیں قتل کے چالیس دن بعد ان کے یہاں ولادت ہوئی، اور پیغام نکاح موصول ہوا تو آنحضورﷺ نے ان کا نکاح کردایا (بخاری فی تفسیر سورۃ الطلاق)۔

اگر مرد کی جسمانی اور عقلی قوت اور بعض میں عورت سے افضل ہونے کا احساس عورت پر ظلم کرنے کے لئے اس کو آمادہ کرتا ہے تو اسلامی شریعت نے اس احساس برتری کو متعدد طریقوں سے قابو میں رکھنے کی ترکیب نکالی ہے انہیں میں سے اللہ کے رسولﷺ کی یہ حدیث ہے جس میں آپﷺ نے مسلمانوں کو عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ اس کی عزت شرافت اور عام حقوق پر زد نہ پڑے اسی طرح مرد وعورت پر ان کی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں جیسا کہ اس مشہور حدیث میں ہے کہ تم سب نگراں اور تم سب اپنی رعایا کے ذمہ دار ہو، امیر اپنی رعایا کا نگراں ومحافظ ہے آدمی اپنے گھر کا نگراں و ذمہ دار ہے، عورت اپنے شوہر کی گھر کی اور اس

کے بچے کی نگراں و ذمہ دار ہے لہذا تم سب نگراں اور ذمہ دار ہو اپنی اپنی رعایا کے معاملات میں (بخاری کتاب النکاح)۔

اس طرح اسلام نے عورت کے تمام حقوق کی ضمانت لی اور اس کی عزت وحرمت کی حفاظت کی ہے اور ذمہ داریاں اٹھانے میں مرد کے ساتھ اس کو شریک کیا ہے تا کہ خاندان ومعاشرہ کی ایک سرگرم وفعال ممبر ہو کر تاریخ کے مختلف ادوار میں انسانیت کی خدمت میں اپنا کردار ادا کرے۔

اور عورتوں کے حقوق کی اسلام نے بایں طور بھی حفاظت کی ہے کہ اگر کوئی یتیم بچی کسی مرد کی کفالت میں ہے تو وہ اس کی پرورش کرنے کے بعد اس سے نکاح کر کے مستقل طور پر اس کے حقوق کا محافظ بن سکتا ہے۔ سورۃ النساء آیت ۱۲۷ کا واقعۂ نزول یتیم لڑکیوں کی شادی کے سلسلہ میں رسول اللہ سے استفتاء کے جواب میں ہوا: اے رسول آپ سے عورتوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ ان سے کہئے کہ اللہ بھی اور جو کچھ کتاب میں تم کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے وہ بھی یتیم عورتوں کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے۔ جن کو تم میراث کا مقرر حصہ نہیں دیتے اور نہ تم ان سے خود نکاح کرنا چاہتے ہو نیز تم کو کمزور ونادار لڑکیوں کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ یتیموں کے ساتھ انصاف کرو (النساء:۱۲۷)۔

علامہ زمخشری کشاف میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عرب کے لوگ یتیم لڑکی کی کفالت کرنے کے نام پر لڑکی اور اس کے مال کو اپنے ساتھ ملا لیا کرتے تھے اگر وہ خوبصورت مالدار ہوتی تھی تو اس سے لوگ کہتے تھے کہ اس کی شادی کسی اچھے آدمی سے کر دو "یعنی مجھ سے کر دو"، اور اگر نادار بدصورت ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ تم نے پرورش کی ہے خود ہی اس سے شادی کرو (۸۵۵)۔

اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس آیت کا سبب یہ ہوا کہ آدمی کسی یتیم مالدار بچی کا سرپرست اور وارث ہوتا تھا تو اس کا مال اپنے مال میں ملا لیتا تھا اور چاہتا تھا کہ خود ہی اس سے

شادی کر کے اس کا سارا مال لے لے اور کسی دوسرے سے شادی کرانے پر تیار نہیں ہوتا کہ اس طرح لڑکی اپنا مال لے کر دوسرے کے پاس چلی جائے گی اور وہ گھاٹے میں رہے گا لہذا لڑکی کو شادی کرنے پر جبراً روکتا تھا اور خود محرم ہونے کے باعث شادی کر نہیں سکتا تھا لہذا اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر حکم بتادیا (کشاف ۱/۸۵۵)۔

تو کیا مغربی فکر وتہذیب عورت کو اسلام ہی جیسی آزادی اور حق دیتی ہے؟ ہرگز نہیں مغرب نے تو عورت کا سخت استحصال کیا ہے اس کی عزت وآبرو کا سودا کیا ہے اور عورت کی شرافت وحرمت کو دفن کر دیا ہے، سیاست میں عورت کا استحصال ہو رہا ہے، میڈیا اور ذرائع نشریات میں ہو رہا ہے اشتہارات اور تجارتی پبلسٹی میں ہو رہا ہے عورت آج مغربی معاشرہ میں کاروبار اور تجارت کا درمیانی وسیلہ ہے اس کو ذریعہ بنا کر دولت کمائی جاتی ہے اور یہ سب آزادی نسواں اور مرد وزن کے درمیان مساوات کے نام پر ہو رہا ہے یہ کیسی آزادی ہے جس سے عورت کے عصمت وعفت کا لباس اتار لیا ہے اور اس کو اس کرامت وشرافت سے عاری کر دیا ہے جو اسلام نے عطا کی تھی جو شخص بھی حقوق نسواں کے سلسلہ میں اسلامی شریعت وقانون کا مطالبہ وتتبع کرے گا وہ یقینی طور پر اس واضح اور عظیم حقیقت سے واقف ہوگا کہ اسلام نے عورت کی فطری خصوصیات اور اس کی تخلیقی شناخت کی زبردست رعایت کی ہے۔

فزیکل سائنس اور بایولوجیکل اصول کے تحت مرد وزن کے مابین جو فرق ہے اسلام نے اس فرق کو سامنے رکھ کر دونوں کے حقوق مقرر کئے اور ذمہ داریاں سونپی ہیں اور مرد وزن دونوں جنس اپنی اپنی جگہ باعزت، محترم قابل اور معاشرہ وخاندان اور گھر کے لئے اپنا اپنا رول ادا کرنے کا حق رکھنے والے ہیں ان دونوں کے درمیان میاں بیوی ماں بیٹی بھائی بہن اور باپ وبیٹی کے رشتے میں مودت ومحبت ہے ایک دوسرے کی قدر ومنزلت اور ادب واحترام، شفقت ودلداری اور خیر خواہی ہے۔

کیا حقوق نسواں کا مسئلہ مردوں کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہے؟

دکتور محی الدین عبدالحلیم مصر
(مجلۃ الوعی الاسلامی شمارہ ٦٧)

اس وقت جب کہ صنف نازک کو مردوں کے ظلم وستم سے آزاد کرنے کی آوازیں بلند ہورہی ہیں اوراس کو گھر کے اندراور باہرامن وسلامتی حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی عزت وحرمت کی حفاظت کی مکمل ضمانت دینے کی باتیں کی جارہی ہیں تو بہت ساری رفاہی وعوامی جماعتیں حقوق انسانی کی تنظیمیں اور قانون ساز ادارے بھی شور مچارہے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کی کفالت وحفاظت کے قوانین وضوابط وضع کئے جائیں، دستاویزات تیار ہوں، لہذا حقوق نسواں کے عنوان سے مسلم اور عرب ممالک میں علمی وسیاسی کانفرنسیں ہوتی رہتی ہیں تاکہ ایسی ہدایات وسفارشات اور رہنما اصول جاری کئے جائیں جن سے معاشرہ اور انسانی سوسائٹی میں عورتوں کی حیثیت بلند اور مستحکم ہو، جہاں دیکھئے صنف نازک سے ہمدردی اور ان کے حقوق کی باتیں ہورہی ہیں ہم کو آج تک کوئی ایک ایسا بیان اور رپورٹ نہیں مل سکی یا کسی بھی سمینار اور کانفرنس کے بارے میں علم نہ ہوسکا جس میں عورتوں کی جانب سے اپنے حقوق کے غلط استعمال یا اپنے شوہروں اور بچوں کے ساتھ ناروا، غیر انسانی سلوک کرنے والی عورتوں پر پابندی لگانے اور ان کو حدود وشریعت کے اندر رکھنے کا مطالبہ کیا گیا ہو جب کہ بہت سے معاملات میں خاندان اور شوہروں کے ساتھ خواتین کی زیادتی کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔

لہذا حقوق نسواں کی باتیں کرنے والے اس عورت کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو

اپنے شوہراور اولاد کے ساتھ برا معاملہ کرتی ہے اور اپنی بدسلوکی سے گھر کو جہنم کدہ بنا دیتی ہے یا اس عورت کے سلسلہ میں کیا کہتے ہیں جو غیر شوہر کے ساتھ شکوک تعلقات رکھتی ہے اور اپنے شوہر کو خاموش رہنے پر مجبور کرتی ہے وہ اس ڈر سے کچھ نہیں کہہ پاتا کہ عورت اس کو عدالت میں گھسیٹ لے جائے گی اور حقوق انسانی تنظیمیں اس کے پیچھے پڑ جائیں گی پھر اس کے خلاف قانون کی تلوار سونت لے گی پھر اس کو عدت، متعہ اور مہر کے تمام مصارف برداشت کرنا پڑے گا، بچوں کی تعلیم وتربیت کا سارا خرچ اٹھانا پڑے گا، چونکہ اس نے اپنی بیوی کے حکم کو ٹھکرایا تھا لہذا خمیازہ تو بھگتنا ہی پڑے گا، اور کون اس عورت کی سرکشی کو روک سکتا ہے جو اپنے شوہر کو خلع کی دھمکی دیتی ہے اگر اس کے غیر واجبی مطالبات اور خواہشات کو پورا نہیں کرتا خواہ اپنے گھر خاندان اور اولاد کا مستقبل خطرہ میں ڈال کر ہی پورا کرنا پڑے، اور اس عورت کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اپنے سابق شوہر سے انتقام لینے کی دھن میں اس کو اپنے بچوں کو دیکھنے تک کی اجازت نہیں دیتی نہ بچوں کو باپ کے پاس جانے دیتی ہے بلکہ اپنے ماں ہونے کے حق کا غلط استعمال کرتی ہے، بچوں کے دلوں میں باپ کی غلط بے بنیاد شکایتیں کر کے نفرت کا بیج بوتی ہے ان کو باپ سے متنفر کرتی ہے قطع رحمی جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتی ہے، اور اس عورت کے سلسلہ میں ان لوگوں کا کیا جواب ہوگا جو اپنے شوہر کی مرضی واجازت کے بغیر گھر کے باہر کام کرنے جاتی ہے جبکہ بچے گھر بغیر ماں کے ہوتے ہیں، ان کی تعلیم وتربیت، دیکھ بھال سے ماں کو کوئی رغبت نہیں، وہ اپنی آزادی کے نام پر گھر برباد کر رہی ہے اور شوہر کی اطاعت کے خداوندی حکم کی عملاً مخالفت کرنے والی اور اس کے مال کو ضائع کرنے اور عزت گنوانے والی عورت کے بارے میں آزادی نسواں اور حقوق نسواں کے حامیوں کا کیا کہنا ہے؟

اسی پر اکتفا نہیں ایسی ظالم بیویاں بھی آج کے سماج میں ہیں جو اپنے شوہروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بورے میں بھر کر گندے پانی میں گرڑ ہیں یا کسی تالاب میں ڈال دیتی ہیں یا گڈھا کھود کر دفن کر دیتی ہیں اس جرم میں کہ اس نے پہلی کی موجودگی میں دوسری عورت سے شادی

کر لی تھی تو کون ہے جو ہم کو ان انتہا پسند عورتوں کے جبر سے بچائے اور ان کے ظلم کے خلاف کوئی تعزیری قانون وضع کرے؟

ہم کو تو خطرہ لاحق ہے کہ اسلامی وعربی ممالک پر ملکی اور عوامی دباؤ عورتوں کے سلسلہ میں سرخ خطرے کے نشان سے تجاوز نہ کر جائے اور پورا کنٹرول عورتوں کے ہاتھ میں دیدیا جائے اور وہ بغیر کسی ضابطہ ورابطہ کے اپنے پسندیدہ من مانے طریقہ پر تصرفات کریں اور حکومتیں اس ڈر سے خاموش رہیں کہ اگر انہوں نے کچھ کیا تو ان پر حقوق نسواں کے استحصال اور عورتوں سے تعصب کے الزامات عائد کئے جائیں گے ہر سمت سے مذمت ہونے لگے گی، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو جتنا نوازا ہے اور ان کو حقوق عطا کئے ہیں، دنیا کے کسی دوسرے نظام نے ان کو نہیں دیئے، اسلام نے صنف نازک کو کسی بھی ایسے حق سے محروم نہیں کیا جو اس کی تخلیقی وفطری ساخت کا تقاضا ہے اور نہ ان پر قوت برداشت سے زیادہ کسی امر کو واجب اور فرض کیا ہے۔

عورت مظلومہ کیسے ہوسکتی ہے جبکہ آج تمام اسلامی اور عرب ممالک میں اہم مناصب پر فائز ہے جو کل تک صرف مردوں کے لئے خاص تھے اور زندگی کے مختلف امور میں وہ مرد کے ساتھ شریک ہوکر کام کر رہی ہے وہ سیاسی میدان میں بڑے اہم عہدوں اور وزارتی ذمہ داریوں میں مشغول ہے نیز اعلی انتظامی شعبوں کی سربراہی کر رہی ہے پارلیمنٹ کے رکن کی حیثیت سے شامل ہوتی ہے، انتخابات میں کھل کر حصہ لیتی ہے یہاں تک کہ مسلح فوج میں شامل ہورہی ہے اور بہت سارے فوجی ودفاعی کاموں میں پیش پیش نظر آرہی ہے پھر بھی ہم تسلیم کریں کہ عورت پر ظلم ہورہا ہے سمجھ سے بالاتر ہے۔

اور اسلام کی سعت وفکر دیکھئے کہ اس نے تعلیم کے حق میں مرد وعورت کے مابین کوئی تفریق نہیں کرتا بلکہ طلب علم کو مسلمان مرد وعورت دونوں پر فرض کیا ہے، آغاز اسلام ہی سے خواتین نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت ہونے اور ہجرت کرنے کا سلسلہ شروع کیا جس طرح

اسلامی ہدایات واحکام کی روشنی میں خواتین بھی مردوں کے ساتھ کسب فیض اور تحصیل علوم میں حصہ لیا اور یہاں تو رسوخ پیدا کیا کہ صحابیات میں سے احادیث رسول کی روایت کرنے والی خواتین کی ایک کثیر تعداد ہے جن میں سے بعض وہ ہیں جن سے مردوں نے بھی روایات نقل کی ہیں اور خواتین میں سے کتنی ایسی ہیں جو ادب وشاعری میں مشہور ہیں جیسے حضرت خنساءؓ اور بہت سی وہ باکمال خواتین ہیں کہ علوم وفنون میں ان کی گرانقدر تصنیفات ہیں اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی یہ شان تھی کہ عورتوں اور مردوں دونوں کو درس دیتی تھیں اور بعض عورتوں سے متعلق فتوی دیتی تھیں بلکہ خلفاء راشدین کو جب شرعی احکام میں کہیں ضرورت پڑتی تھی تو امہات المؤمنین سے رجوع فرماتے تھے اور مشکل کا حل پاتے تھے۔

اسی طرح اسلام نے عورتوں کو اقتصادی سرگرمی میں حصہ لینے اور کام کرنے میں اپنا حق استعمال کرنے سے منع نہیں کیا، ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ حبالۂ نبوت میں آنے سے قبل قریش مکہ کے بڑے تاجروں میں سے ایک تھیں خود رسول اللہ ﷺ قبل از نبوت ان کا تجارتی مال لے کر شام گئے تھے اور اسلام نے عورت کو میراث میں حق دیا نیز اس کو آزادانہ یا شراکت کے ساتھ حسب مواقع ومصلحت تجارت، کاروبار وغیرہ کرنے کی اجازت دی۔

خواتین کو اسی طرح اسلام نے بغیر کسی جبر واکراہ کے کسی متعین شخص کے بجائے اپنی خواہش ومرضی اور پسند سے شوہر انتخاب کرنے کا حق دیا ہے اور اسلام میں یہ اس کا ایسا قطعی حق ہے کہ نوخیز دوشیزہ ہو یا عمر دراز بوڑھی اپنی مرضی سے اپنا عقد کرسکتی ہے اس کا نکاح شرعی طور پر جائز بھی ہوگا اور قطعی بھی کوئی اس کو باطل اور فسخ نہیں کرسکتا، ولی جبراً نکاح کراسکتا ہے نہ توڑ سکتا ہے اسلام نے عورت کو اس کے اس حق سے محروم کرنے کو فعل حرام قرار دیا ہے اس لئے کہ عقد نکاح میں دیگر عقود کی طرح جانبین کی رضامندی اور باہم تبادلہ خیالات پر منحصر ہے جس میں ایجاب وقبول دونوں جانب سے ہوگا اور گواہ موجود رہیں گے تاکہ نزاع اور جہالت کا شبہ اور اختلاف نہ پیدا ہو ایک صحابیہ حضرت خنساء بنت خذام انصاریہؓ کے سرپرستوں نے ان سے

اجازت کے بغیر ان کا نکاح کرادیا تھا انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے شکایت کی ان کا نکاح ردکردیا۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نکاح کے باب میں ایجاب وقبول کا جو صیغہ اسلام نے رکھا ہے اس میں بھی عورت کا حق اختیار نمایاں نظر آتا ہے جب کہ دوسرے نظام نکاح میں ایسا نظر نہیں آتا اور اسلام نے عورتوں کے ساتھ عمدہ معاملہ کرنے کی خاطر واضح منہج مقرر کیا تاکہ عورت کی تکریم وتوقیر میں کمی نہ آئے وہ ہے کہ اس کو بیوی کا مرتبہ دے کر شوہر کو اس کا کفیل بنایا، بیٹی اور ماں کا درجہ دیا اس پہلو کو دیکھا جائے تو عورت اپنی مختلف پیشوں سے مرد کو ایک مکمل شخصیت میں ڈھالتی ہے اور مرد وعورت دونوں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں رہ سکتے اور ان کا آپس کا تعلق کشیدگی اور تناؤ پر نہیں بلکہ تخلیقی ونفسیاتی اصول کے تحت دونوں ایک دوسرے کو مل کر مکمل کرنے والے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے مختلف جنس کے باوجود ایک دوسرے کی ضرورت ہیں یہی وہ بنیادی خصوصیات ہیں جن سے کائنات کی عمارت کی تکمیل ہوتی ہے زندگی کو قرار ملتا ہے، خاندان کی تعمیر ہوتی ہے اور اچھی نسل تیار ہوتی ہے۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عورتوں کی ضروریات اور مردوں کے مطالب کے درمیان توازن کا پایا جانا ضروری ہے دونوں کے حالات اور ان عناصر کی بھرپور رعایت کرتے ہوئے جن سے دونوں (مرد وزن) میں سے ہر ایک کی شخصیت تیار ہوتی ہے۔

اللہ تعالی نے فرائض وواجبات اور امور شرعیہ کا مکلّف مرد وعورت کو یکساں طور پر بنایا ہے اس لحاظ سے عورت، مرد کا نصف ہے کیونکہ جنین کی تخلیق اللہ تعالی ایسے چھیالیس کروزوم (...............) سے کرتے ہیں جس کا آدھا ۲۳ حصہ مرد کا ہوتا ہے تو باقی آدھا ۲۳ حصہ مرد کا ہوتا ہے گویا بچہ کے تخلیقی مراحل میں میاں بیوی کا حصہ مساوی ہوتا ہے لیکن اللہ نے مرد کی جنس میں جو جسمانی قوت اور عقلی صلاحیت ودیعت کی ہے اس کے اعتبار سے اس پر ذمہ داریاں ڈالی ہیں اور عورت کی فطرت اور ہیئۃ شکلیہ کے اعتبار سے اس پر ذمہ داریاں ڈالی ہیں اور جب دونوں میں

سے کوئی اپنی فطرت اور صلاحیت سے ہٹ کر کوئی ذمہ داری اٹھانے کی کوشش کرے گا تو یقینی طور پر گھر، خاندان، معاشرہ کی طبعی ہیئت میں خلل پیدا ہوگا اور گھر خاندان کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا، ایک عربی شاعر کہتا ہے:

۱۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عورتوں کو کھلا آزاد چھوڑ دیا جائے کہ بازاروں میں مردوں کے درمیان گھومتی پھریں۔

۲۔ اپنی مرضی سے جب اور جہاں چاہیں چلی جائیں ان کو کوئی روکنے ٹوکنے والا ہی نہیں کہ اس کی نگرانی سے ڈریں۔

لیکن اسلام اور عرب ثقافت کے دشمن چاہتے ہیں کہ عورت ان کے لئے ایسی گذرگاہ بن جائے جس پر اللہ کی شریعت اور قانون کو روندتے ہوئے چلیں اور تمام احکام کو پس پشت ڈال کر جو چاہیں کریں، عورت ان کے لئے وہ تیر ہے جس کے ذریعہ معاشرہ کو اپنے ہلاکت خیز زہر سے ضرر پہنچا رہے ہیں، اس طرح اپنے اغراض فاسدہ اور اعمال خبیثہ کی ترویج و اشاعت میں سرگرم ہیں عورت ان کا سب سے محبوب کھلونا ہے جس سے کھیلنے میں اتنا غرق ہیں کہ عالم اسلام اور عرب ممالک میں حقوق نسواں اور آزادی نسواں کے سوا کوئی دوسرا موضوع بحث ہی نہیں۔

جب کہ اسلامی عربی معاشرہ ان تمام قوانین اور مغربی اصول ونظریات کو ٹھکراتا ہے جو اسلامی شریعت سے متصادم ہیں اور قرآنی احکام کے مخالف ہیں، لہذا آزادی نسواں اور ان کے حقوق سے متعلق یورپی قانون کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہیں جس کے تحت ایک مسلمان عورت جس سے چاہے اور جب چاہے حرام روابط اور ناجائز تعلقات استوار کر سکتی ہے اس لئے کہ اس تعلق کا آزادانہ حق حاصل ہے اس کے ذاتی معاملات میں کسی کو دخل دینے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی، جبکہ اس طرح کی بے محابا آزادی کی مخالفت کرنے کو دشمنان اسلام حقوق نسواں کی بے حرمتی سے تعبیر کرتے ہیں، ان حالات میں ایسے مطالبات وفسادات پیدا کر دیئے جو خاندان کی بنیادیں ڈھا رہے ہیں انسانی معاشرہ میں دراڑیں پیدا کر رہے ہیں جس کے نتیجہ

میں معاشرہ کی پاکیزگی اور اصالت مجروح ہورہی ہے دوسری جانب ایڈز (.......) جیسے گھناونے مہلک امراض پھیل رہے ہیں۔

امریکی وزارت عدل وانصاف نے ایک بیان جاری کر کے بتایا ہے کہ اگیارہ سے چودہ سال کے درمیان نوعمر لڑکیوں میں تقریباً سات ہزار کی تعداد سالانہ بغیر نکاح اور شادی کے حاملہ ہوجاتی ہیں، ایک امریکی سابق صدر نے اسکولوں، کالجوں کے طلبہ سے اپیل کی ہے کہ اپنی کلاس فیلو نوعمر دوشیزاؤں کے ساتھ انسانیت اور اخلاقی و رواداری کا برتاؤ کریں۔

ان کے حالات کے پیش نظر تمام اسلامی وعربی ممالک کو چاہئے کہ آزادی نسواں کے مغربی پروپیگنڈہ کے خلاف کوئی ٹھوس موقف اختیار کریں، مغربی دانشور کہتے رہتے ہیں کہ مسلم اور عرب ممالک میں خواتین پر ظلم وزیادتی ہوتی ہے، جس کا مقصد یہی ہے کہ اسلامی معاشرہ کا تانا بانا بکھر جائے اور اسلام کے اثرات سے خاندان ومعاشرہ نکل جائے خاموشی کی صورت میں ممکن ہے کہ محرمات حقوق بنادیئے جائیں اور شاذ کو اصل کا درجہ دیدیا جائے۔

اسلام میں عورت کے حقوق سے متعلق وہموں کا رد

دکتور محمد سعید رمضان البوطی، سوریا (شام)

(الوعی الاسلامی شمارہ ۳۴)

عورت اور اس کے حقوق اور ان اشکالات کے مسئلہ میں جو آج عورتوں کی حالت کے سلسلہ میں کئے جاتے ہیں میں نے بہت تلاش وجستجو کی مگر یہ نہیں جان سکا کہ اسلام نے مرد وعورت کے درمیان حقوق انسانیت میں سے کسی حق میں امتیاز اور تفاوت برتا ہے اور اس نے مرد وعورت کی صنف میں سے ایک کو دوسری نوع کے حقوق کو ہڑپ کرنے والا بنایا ہو، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

بیشک تمام انسانی حقوق، درج ذیل کلی حقوق میں جمع ہو جاتے ہیں:

(۱) حق الحیاۃ (زندگی کا حق، (۲) حق الاہلیت (اہلیت کا حق)، (۳) حق الحریۃ (آزادی کا حق۔

اور میں کسی کے بارے میں نہیں جانتا کہ ان تینوں میں اس نے اجتماعی حقوق کے نام سے کسی اور حق کو شامل کرنے کی بات کہی ہو، کیونکہ اجتماعی حقوق زیادہ تر حق آزادی میں داخل ہیں پھر ان تینوں کلیات میں سے ہر کلی سے دوسرے بہت سارے حقوق نکل آتے ہیں اور جب ہم ان تمام حقوق اور اس کے فروع کے سلسلہ میں اسلامی شریعت کی جانب رجوع کرتے ہیں اور ان حقوق کی رعایت واہتمام کی انتہائی حد تک معرفت حاصل کرتے ہیں تو ہم مذکر ومؤنث کے لئے من حیث الجنس کسی اہتمام یا اشخاص کے لئے خاص حق معلوم کرنے کی راہ نہیں پاتے ہم کو اس

سلسلہ میں صرف شریعت کے مقرر کردہ اصول کی حکمرانی نظر آتی جو حقوق اور واجبات، انحال اور صلاحیتوں کے درمیان نظم و نسق کی ضرورت کے تحت بنائے گئے ہیں۔

ہاں صرف ایک ایسا حق ہے جو اللہ رب العزت نے عورت کے لئے ثابت نہیں کیا ہے میں نے **لم یثبته** کہا ہے، "**حجبه**" نہیں کہا (یعنی وہ حق مشروع ہی نہیں ہے)۔

اور وہ حکومت کی سربراہی کا حق ہے جو کسی بھی صورت میں عورت کو حاصل نہیں ہوگا اس کی حکمت کا بیان عنقریب آئے گا۔

ہم نے اس بحث کو آگے بڑھانے کی جو راہ اختیار کی ہے وہ یقینی طور پر اعتراضات واشکالات پیدا کرے گی کیونکہ اکثر لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ اسلامی شریعت نے عملی اعتبار سے مرد و عورت کے حقوق میں امتیاز کیا ہے اور اسلام نے مرد کو بہت زیادہ حقوق واختیار دیئے ہیں جن سے فائدہ اٹھانے پر قادر ہے اور عورت کو ذلت کی حد تک پست کر کے اس کو بہت سے حقوق سے محروم کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ جس بنیاد پر اپنی بات شروع کر رہا ہوں بہت سے لوگوں کو اس پر حیرت ہوگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کریں گے۔

حق زندگی:

پھر بھی میں اس حد تک اس بحث کی تفصیل ضرور کروں گا جو میری بات کی توضیح وتوکید کر دے، میں حق زندگی اور اس کے فروع پر بالکل گفتگو نہیں کروں گا اس لئے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو حقوق نسواں کے میدان بحث وتحقیق میں کسی قسم کے اعتراض ومخالفت پر برانگیختہ کر سکے اس لئے کہ مرد کی زندگی ہو یا عورت کی زندگی بہر حال قابل قدر ولائق احترام ہے او رہماری زندگی کی حفاظت کرنے والی چیز ایک ہے اس پر اگر کوئی کہنے والا کہے کہ جب حفاظت زندگی کا مسئلہ سب کے لئے یکساں ہے تو شریعت اسلامیہ نے مرد اور عورت کی دیت قتل میں تفاوت کیوں رکھا ہے دیت بھی یکسا ہونی چاہئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دیت (خون بہا) حقوق تصفیہ ہے کوئی عبرتناک سزا نہیں ہے اور گھر کے ذمہ دار اعلی (مرد) کی موت سے خاندان کو جو مالی خسارہ ہوتا ہے وہ عام طور پر اس کی زوجہ کی موت سے نہیں ہوتا اس کو دیکھتے ہوئے عدل وانصاف کی روایت اس تفاوت کا تقاضہ کرتی ہے اور مشروعیت دیت کے پس پردہ اسی حکمت و مصلحت کو دیکھتے ہوئے بہت سے فقہاء نے امامت اور شرعی سیاست کے احکام میں اسی عدل کے تحت مرد وعورت میں تفاوت رکھا ہے قاضی کو اختیار ہے کہ مالی خسارہ کے سائز کے مدنظر عورت کی دیت میں کمی اور زیادتی کردے جو نقصان کو عورت کے قتل ہونے کے سبب خاندان کو برداشت کرنا پڑا ہے۔

حق زندگی کے برعکس حق اہلیت اور حق حریت کے موضوع پر گفتگو میں عام طور پر بحث ومباحثہ طویل اور دراز ہوتا ہے اور ان دونوں کی نسبت اٹھائے گئے اشکالات کا انشاء اللہ شافی جواب دیں گے۔

حق اہلیت:

بہرحال اہلیت کا حق تو جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ اس کا تعلق حقوق مدنیہ سے ہے یعنی ملکیت اور مملوکہ چیزوں میں تصرفات اور عقود کا نافذ کرنا اور تعلقات وروابط قائم کرنا وغیرہ تو جس کے تفصیلی احکام کے مقابل جو اشکالات واعتراضات کئے جاتے ہیں وہ میراث اور عورت کی گواہی ہے۔

بہرحال میراث:

تو اس کے احکام سے اکثر لوگوں کی بے پناہ جہالت نے اسلامی شریعت پر ناروا ظلم ڈھایا ہے اور اسی سبب سے مرد وعورت کے درمیان تقسیم میراث کے تعلق سے بے اصل اوہام پھیل گئے ہیں، احکام میراث سے ناواقف جہلاء اللہ تعالی کے قول ”للذکر مثل حظ

الانثیین" کوایک ایسامعروف جاری قاعدہ کہتے ہیں جومرد وعورت پر میراث کی تقسیم کے دوران نافذالعمل ہوں گے بلکہ بسااوقات کتاب اللہ کی آیت کریمہ کے اس جز کوہنسی مذاق اورعجوبہ بیانی کا میدان بنالیتے ہیں،جیسا کہ ان کے وہم کے مطابق شریعت اسلامیہ کامقررہ اصول یہ ہے کہ مرد کو ہمیشہ عورت کے حق کا دوگنا ملے گا (خواہ میراث کی تقسیم ہو یا کسی دوسرے موقع کی تقسیم ہو)۔

آیت میراث کی ابتداءاللہ تعالی کے قول "**یوصیکم الله فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین**" (النساء:۱۱)،اللہ تعالی کا فرمان اولاد (مذکر ومؤنث) کے بارے میں حکم کو ثابت کرتا ہے بہرحال دوسرے ورثاء مذکر ہوں کہ مونث توان کے لئے واضح احکام ہیں جو ہر ایک کے لئے خاص ہیں اوراکثر حالات میں مذکر ومونث کا حصہ ایک جیسا ہےاوربعض دفعہ مونث کا حصہ،مذکر کے حصہ سے زائد ہےہم مثال دے کرمزید وضاحت کردیتے ہیں:

(۱) جب میت نے اولاد، ماں اور باپ کو چھوڑا تو اس صورت میں مرد وعورت میں کسی تفریق کے بغیر ماں اور باپ دونوں کوترکہ چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔"**ولأبویه لکل واحد منهما السدس**"(النساء:۱۲)۔

(۲) جب میت نے اپنا حقیقی بھائی یا حقیقی بہن کو چھوڑااوران کومیراث سے محجوب بنانے والابھی کوئی نہیں ہےتو بھائی اور بہن کو مذکراور مونث کے درمیان کوئی فرق کئے بغیران کو چھٹا حصہ ملے گا،حکم خداوندی ہے:"**وله أخ أو أخت فلکل واحد منهما السدس**"(النساء:۱۲)۔

(۳) جب میت نے دو یا زیادہ حقیقی بھائیوں کو چھوڑا اور دو یا زیادہ حقیقی بہنوں کو چھوڑا تو بھائی مشترکہ طور تہائی حصہ پائیں گے اوربہن بھی مشترکہ طور پر تہائی حصہ کی حقدار ہوں گی مذکر ومونث کے درمیان کسی قسم کی تفریق کے بغیر جیسا کہ حکم خداوندی ہے: "**فإن کانوا أکثر فهم شرکاء فی الثلث**"(النساء:۱۲)۔

(۴) جب وفات پانے والی عورت نے اپنے شوہر اور بیٹی کو چھوڑا تو بیٹی کا ترکہ کا نصف ملے گا اور متوفیہ عنہ کے شوہر کو چوتھائی حصہ ملے گا یہاں مونث کو مذکر کا دوگنا حصہ ملے گا۔

(۵) جب میت نے ایک بیوی، دولڑکیاں اور ایک بھائی کو چھوڑا تو بیوی کو مال کا آٹھواں حصہ اور دونوں لڑکیوں کو دوثلث (دوتہائی) اورلڑکیوں کے چچا یعنی میت کے بھائی کو باقی ماندہ حصہ ملے گا اس طرح دونوں لڑکیاں (مونث) اپنے چچا (مذکر) سے زیادہ حصہ پائیں گی، اللہ کے رسول ﷺ نے آیت میراث کی خداوندی حکم کے مطابق یہی فیصلہ فرمایا۔

ان مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہوگیا کہ ''**للذكر مثل حظ الأنثيين**''عام قاعدہ نہیں ہے بلکہ یہ اس حال کے تابع ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے فرمایا یعنی وہ حالت جس میں وارث بھائی بہن ہوں گے میت کی اولاد ہونے کے رشتہ سے تو میت کا ترکہ اس کے لڑکے اور لڑکی میں ''**للذكر مثل حظ الأنثيين**'' کے قاعدہ مقررہ کے تحت تقسیم ہوگا۔

بہر حال گواہی:

عورت کی گواہی تو یہ مرد وعورت کے درمیان عدم مساوات کی دوسری دلیل ہے اور ان کے نزدیک اس عدم مساوات کی بنیاد اللہ تعالی کا ارشاد : ''**واستشهدوا شهيدين من رجالكم فإن لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان**'' (البقرہ: ۲۸۲) (اور گواہ بنالیں اپنے مردوں میں سے دو گواہ پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں)۔

میں اختصار کے ساتھ کہتا ہوں کہ شہادت (گواہی) میں جن شروط کی رعایت کی گئی ہے وہ گواہ میں پائے جانے والے وصف مذکر یا وصف مونث کی طرف نہیں لوٹ رہی ہے بلکہ دو معاملوں میں ان دونوں جنسوں کے مجموعہ کی جانب لوٹ رہی ہے۔

اول: گواہ کا عدل اور اس کا ضبط امر۔

دوم: گواہ اور جس واقعہ میں گواہی دے رہا ہے کے درمیان اس تعلق کا ہونا جو اس واقعہ کی روایت اور اس میں گواہی دینے کا اس کو اہل بناتا ہے لہذا ایسا آدمی جس کی عدالت مخدوش ہے یا اس کے فہم وضبط کی قوت کامل نہیں ہے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی خواہ مرد ہو یا عورت۔

اور اگر اس مسئلہ جس میں گواہی کی ضرورت ہے اور ان لوگوں جن کی گواہی دینے کے لئے پیش کیا گیا ہے کے درمیان ربط وتعلق میں تفاوت ہے تو گواہی کے لئے ان لوگوں کو ترجیح دی جائے گی جن کا قضیہ سے ربط وتعلق زیادہ ہے۔

اس قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے شارع نے کسی بھی جرم کی حالت اور اس جرم کے مرتکب کی کیفیت کے خلاف، عورت کی گواہی کو ٹھکرا دیا ہے اس لئے کہ جرائم کا ارتکاب اور قتل وغیرہ کی جنایت کا صدور عورتوں سے مردوں کے مقابلہ میں شاذ ونادر ہوتا ہے۔ زیادہ تر تو یہی ہوتا ہے کہ اس قسم کے جرائم کے مواقع سے عام طور پر راہ فرار اختیار کر لیتی ہے اس کے اندر ہمت وحوصلہ کی کمی ہوتی ہے قتل جیسا جرم اس کے بس سے باہر کی چیز ہوتی ہے رہی بعض عورتیں جو جرائم پیشہ ہو جاتی ہیں تو یہ اقل قلیل ہے۔

اس کے برعکس رضاعت، پرورش اور بچوں کے نسب وولادت جیسے امور میں عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی پر ترجیح دی جائے گی اس لئے ان امور سے عورت کا تعلق زیادہ ہوتا ہے بلکہ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ولادت، رضاعت، اور نسب وغیرہ امور میں عورت کی ہی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا۔

مرد کی ذاتی شخصیت کے بلند ہونے اور عورت کی ذاتی شخصیت کے کمتر ہونے کے باوجود گواہ کی ذات اور جس موضوع میں گواہی دینی ہے کے درمیان اس تنسیقی نظام پر غور کیجئے کہ کس طرح ضرورت کے وقت عورت کی حیثیت اہم بن جاتی ہے اور مرد پر اس کو برتری حاصل ہوتی ہے۔

لہذا تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ ہر معاملہ اور حالت میں مرد کو برتر ہونے کا وہم ان لوگوں کے ذہن کی پیداوار ہے جن کو اسلامی شریعت کے احکام ومسائل کی تحقیق اور تتبع سے کوئی نسبت اور رغبت نہیں ہے۔

اور اس سے اہم چیز جو اکثر لوگوں کے دل ودماغ سے غائب ہے وہ یہ ہے کہ تمام شرائط، شریعت اسلامیہ نے گواہی کے صحیح ہونے کے لئے جن کی رعایت ضروری سمجھی ہے وہ اس گواہی کے لئے ہے جو اسلامی قضا میں کامل بینہ شمار ہوتی ہے اور اسی پر فیصلہ مرتب ہوتا ہے۔

جہاں تک ان گواہوں کا معاملہ ہے جن سے تحقیق وتفتیش کے میدان میں مدد لی جاتی ہے اور فیصلہ کرنے میں ان پر اعتماد نہیں کیا جاتا جیسے انکوائر کمیشن بہت سے لوگوں سے تحقیقات میں پوچھ تاچھ کرتا ہے تو اس قسم کی گواہی میں مرد وعورت کا بیان یکساں نوعیت کا مانا جاتا ہے، انکوائری اور تفتیش میں ان کو قرائن اور ثبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ بینہ کاملہ نہیں کہلاتی جن پر فیصلہ کا انحصار ہو، اسی سے واضح ہوجاتا ہے کہ اسلامی شریعت کا ملکی خودساختہ قوانین سے کوئی جوڑ نہیں ہے، وہ قرائن احوال اور انکوائری گواہیوں کو بینہ کاملہ نہیں مانتی اس لئے اس میں مرد گواہی دے یا عورت گواہی دے کوئی فرق نہیں پڑتا یہی شریعت اسلامیہ کا اصول وضابطہ ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اگر کہیں عرفوں میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تبدیلی ہوجائے تو کیا اس صورت میں عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی پر ترجیح حاصل ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ جس علت کے مقتضی کی بنیاد پر گواہی قبول یا رد کی جاتی ہے گواہ میں عدل وضبط کے استثناء کے ساتھ تو حکم دائر ہوگا اس مسئلہ میں اجتماعی عوامی عرفوں کے بدلنے سے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اعراف شرعی مباحات کے ماحول میں ہوں اور اس کے دائرہ کے ضمن میں پائے جائیں۔

مثال کے طور پر اگر کہیں عورتوں کے بجائے مرد ہی زچگی کے تمام مراحل پورے کرتے ہوں بایں طور پر کہ وہاں ولادت کرانے والی لیڈیز ڈاکٹر نہیں ہیں مرد ڈاکٹر ہی تمام کام کرتے ہیں تو وہاں پر ولادت اور اس سے متعلق امور میں انہیں مرد ڈاکٹروں کی گواہی کو ترجیح دی جائے گی۔

اسی طرح کمیسٹری اور دواسازی سے متعلق مقدمات میں عورتوں کی گواہی کو اس جگہ ترجیح دی جائے گی جہاں عورتیں ہی اس پیشہ سے منسلک ہیں مرد اس کام کو کرتے ہی نہیں، لیکن ایک بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ کسی بھی نئے اجتماعی عرف جو اسلامی شریعت کے ثابت شدہ احکام میں سے کسی بھی حکم کے خلاف ہوں گے تو بہرصورت وہ باطل عرف مانا جائے گا اور جس حکم کی بنا باطل پر ہوگی وہ بھی یقینی طور پر باطل ہوگا جیسے کسی معاشرہ میں پولیس لائن کی ملازمت سے عورتیں وابستہ ہیں اور اس ملازمت کا تقاضہ ہے کہ جرائم وجنایات میں ان کی گواہی قبول کی جائے تو اس قسم کے مفروضات کو رد کردیا جائے گا اس حقیقت کے مدنظر کہ شارع عزوجل نے اس عرف کے رائج ہونے کو قبول ہی نہیں کیا لہذا اس پر مرتب ہونے والے امور کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا، اور شارع عزوجل کی جانب سے اس عرف کے عدم اقرار کا سبب یہ ہے کہ پولیس کی اس ملازمت میں عورت اپنی نسوانیت کھودیتی ہے اور یہ اس پر بہت بڑا ظلم ہے اسی طرح معاشرہ پر بھی زیادتی ہے اگرچہ معاشرہ پر عورت کی وہ نسوانیت جزئی طور پر ہی سہی پوشیدہ ہوتی ہے جس نسوانیت پر عورت کو فضل وسعادت حاصل ہوتی ہے، اس کے واضح دلائل میں سے یہ ہے کہ جس عورت کے اندر نسوانی شرم وحیاء ہوگی وہ کسی صورت میں پولیس لائن میں شامل نہیں ہوگی۔

ہاں اس کے معاشی حالات ہی مجبور کررہے ہیں تو ایسی حالت میں ڈرائیور کی وردی پہن کر ٹیکسی بھی چلائے گی اور قلی کا لباس پہن کر مسافروں کا سامان بھی ڈھوئے گی۔

حق حریت:

بہرحال حق آزادی کا مسئلہ تو ہم واضح پر اس سے داخلی آزادی مراد نہیں لیتے یعنی انسان کو اپنی ذات پر فیصلہ کرنے کی قدرت اور بشری قوانین سے آزادی بلکہ ہم اس سے خارجی آزادی مراد لے رہے ہیں اور وہ انسان کا ایسا لچکدار رویہ ہے جس سے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں کام لیتا ہے، جیسا کہ عام طور پر تمام سرگرمیوں اور تنظیموں میں آج کل ہورہا ہے کہ ہوا

کا رخ دیکھ کر چلو۔

مقدمہ کے طور پر ہم ایک سوال قائم کر کے اس مسئلہ کا حل تلاش کرتے ہیں۔

سوال ہے: جب انسان اپنی اس آزادی سے لطف اندوز میں رغبت رکھتا ہے تو اس وقت اسلام کا موقف کیا ہوگا؟

جواب: ہم جب اللہ کے ساتھ انسان کے تعلق کو دیکھتے ہیں تو ہم کو اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ اللہ کے سامنے انسان کو کسی قسم کی آزادی نہیں حاصل ہے یعنی اس کو اس بات کی بالکل اجازت نہیں ہے کہ اللہ کی مقرر کردہ حد سے باہر آزادانہ طور پر جیسے چاہے زندگی گزارے۔

اس وجہ سے کہ انسان مکلّف مخلوق ہے اس سے تمام اعمال اور ان امور کے بارے میں پوچھا جائے گا جس کو پورا کرنے کا اللہ نے اس کو مکلّف بنایا ہے اسی وجہ سے اس دائرہ میں رہ کر تصرفات کا مالک ہے جس کی اجازت اللہ نے اس کو دی ہے فرق یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں آزادنہ تصرف سے روکنے والی تکلیف الٰہی کے ثمرات وبرکات آخرت میں ظاہر ہوں گے اگر اللہ کی مقرر کردہ حد کے اندر رہ کر اپنی آزادی کو اسی انداز میں استعمال کرتا ہے جیسا اللہ چاہتا ہے تو اس کے منافع اور فوائد ضرور پائے گا اور نہ دنیوی زندگی میں تو اس کے سامنے راستہ کھلا ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے جس ارادہ کے تحت تصرف کرنا چاہے کوئی روک ٹوک نہیں اس اعتبار سے اس کو کامل آزادی حاصل ہے گویا وہ اپنے خالق کی مقرر کردہ حد کو تسلیم نہیں کرتا اپنے کو آسمانی قانون سے بالکل آزاد سمجھ کر من مانی آزادی پر عمل پیرا ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس بات کو جان لیں کہ اپنی ذات کے ساتھ انسان کی داخلی آزادی کا تعلق اور اپنے معاشرہ کے ساتھ اس کی خارجی آزادی کا تعلق مرد وعورت دونوں پر یکساں طور پر منطبق ہوتا ہے لہذا اپنی ذات کی حد تک مرد کے لئے اور اپنی ذات کی حد تک عورت کے لئے جو آزادی میں مداخلت کی کوئی راہ نہیں ہے یا انسان اپنی آزادی سے جیسے چاہے لطف اندوز ہو اس اختیار میں دوسرے کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہاں ہم ان جوانب کا جائزہ لیتے ہیں جو اس معاملہ میں مباحثہ کی بنیاد بن سکتے ہیں۔

اول: آزادی عمل:

وہ تمام اعمال مشروعہ جن کو اللہ تعالی نے مردوں کے لئے مباح کیا ہے بعینہ انہیں اعمال کو عورتوں کے لئے مباح فرمایا ہے اور جن اعمال کو اللہ نے مردوں کے لئے حرام کیا ہے انہیں اعمال کو عورتوں کے لئے حرام قرار دیا ہے سوائے اس کے کہ مردوں کے اخلاقی واجتماعی آداب لازم قرار دیتے ہیں، جن کا تقاضا ہے کہ وہ جو اعمال کریں وہ انہیں آداب وقواعد کے تحت ہوں اور عورتوں کے لئے بھی کچھ اخلاقی واجتماعی آداب ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ اپنے اعمال کرتے وقت ان آداب واحکام کے دائرہ سے باہر نہ جائیں۔

مثال کے طور پر اللہ نے عورتوں پر لازم کیا ہے کہ ہر حال میں نسوانی شرم وحیا اور وقار کا مظاہرہ کریں اجنبی مردوں کے ساتھ خلوت کو ان کے لئے حرام فرمایا جیسا کہ مردوں پر بھی اجنبیہ عورتوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنا حرام قرار دیا ہے، لہذا دونوں کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ ایسا کام مل کر کریں جو دونوں کو حرام خلوت تک پہنچانے والا ہے اسی طرح عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کاموں کو کرے جو اس کی عصمت وحیا کو داغدار کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

جب مرد وعورت دونوں مطلوبہ آداب وضوابط کی پابندی کر کے کام کریں گے تو عورت کے لئے بھی وہی آزادی عمل ہے جو مرد کے لئے ہے وہ اپنی ذات کی حد تک کوئی بھی مباح عمل کر سکتی ہے جیسے صنعت یا زراعت یا تجارت اور ملازمت وغیرہ دوسرے مباح کام کرنے میں آزاد ہے البتہ یہ تمام خارجی سرگرمیاں اگر خاندانی، اجتماعی اور ثقافتی تقاضوں میں مزاحم ہوں تو ترجیحی بنیاد پر جو کام اہم اس کو غیر اہم پر مقدم کیا جائے گا مثال کے طور پر اگر ان تمام خارجی کاموں کی مصروفیات کے باعث عورت کو اپنے گھر دیکھ بھال اور بچوں کی اصلاح وتربیت کے لئے وقت نہیں مل پا رہا ہے اور اس کے لئے دونوں ضروری ہے تو اس صورت میں جو اصل ذمہ

داری ہے اس کو اولیت دی جائے گی۔

تمام علماء دین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایک بیوی اور ماں کے لئے اپنے شوہر کی ضروریات کا خیال رکھنا اور اولاد کی تربیت کرنا اور ان کی عمدہ اسلامی نہج پر پرورش کرنا، معاشرہ کی مصالح ومنافع کی ضروریات سے بہت بلند امور ہیں، بس اس اصول کو دیکھتے ہوئے عورت پر لازم ہے کہ اجتماعی منافع کے مقابلہ میں اپنی بنیادی ذمہ داریوں کے لئے وقت فارغ کرے اگر چہ اس کے لئے دوسری ملازمتوں اور کاموں کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

یہ وہ حقیقت ہے اولیت جس کا تقاضا کرتی ہے اور شریعت اسلامیہ کے حکم میں جو اہم ترین سبب شوہر سے ذمہ داری اٹھانے کا مطالبہ کرتا ہے وہ بیوی کے نفقات اور اس کی کفایت کا صرفہ ہے اور یہی وہ قانون وضابطہ ہے جو اسلامی خاندان کو اس بدبختی سے محفوظ ومامون بنائے ہوئے جس سے آج پوری سماج جھوجھ رہا ہے اور صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ خاندان کا تقدس پامال ہوگیا مربوط پیار ومحبت والی زندگی کا تصور مفقود ہے، یورپ میں خاندان ایک جھوٹے موٹے موٹیل (Motel) میں تبدیل ہو چکا ہے جس میں ایسے افراد پناہ لئے ہوئے ہیں جن کے درمیان تعاون وقرابت کا کوئی رشتہ نہیں ہے دن بھر باہر اپنے اپنے مشاغل میں مصروف رہنے والے افراد محض رات کو سونے کے لئے وہاں جمع ہوجاتے ہیں میاں بیوی بچے سب اپنی زندگی میں مست ہیں کسی پر دوسرے کی ذمہ داری نہیں ہے۔

دوم: سیاسی آزادی:

مردوعورت ہر ایک سے متعلق آزادی عمل کے بارے میں ہم نے جو باتیں کہی ہیں وہی تمام باتیں سیاسی سرگرمیوں منطبق ہوتی ہیں جن میں عورت عملاً حصہ لے سکتی ہے سوائے حکومت کی سربراہی کے منصب پر فائز ہونے کے اس بارے میں ہم انشاء اللہ الگ سے گفتگو کریں گے اور سیاسی عہدوں کا درجہ بدرجہ ادنی سے اعلی کا جائزہ لیں گے۔

(۱) ان فرائض میں سب سے پہلا درجہ حاکم کی بیعت کرنا ہے اور اس میں ان لوگوں سے بیعت لینا ہے جو قوم وملت کے نمائندے منتخب ہو کر مجلس شوریٰ اور پارلیمنٹ میں آتے ہیں یہ حلف برداری یا بیعت سیاسی عمل ہے خالص دینی عمل نہیں اس لئے کہ جو لوگ فتح مکہ کے دن اسلام میں داخل ہوئے ان کا اسلام لانا ان کے اسلامی عقیدہ قبول کرنے اسلامی ارکان کو تسلیم کرنے کے اعلان کے ساتھ ہی مکمل ہو گیا کیونکہ ان سے بیعت لینے کی ظاہری ضرورت اسلامی سیاسی نظام اقتدار کے تابع ہونے کے اعلان سے پوری ہوگئی جس اسلامی اقتدار کی قیادت رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے۔ لہذا یہ سیاسی بیعت اور عہد و پیمان جس کا حکم دین اسلام دیتا ہے اس کا مطالبہ مردوں اور عورتوں سے بلا کسی امتیاز وتفریق کیا گیا ہے، امام بخاری وامام مسلم دونوں حضرات، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی اور ان سے بیعت گفتگو کے ذریعہ بغیر مصافحہ کے لی گئی۔

ان اہم فرائض میں سے دوسرا اہم فریضہ اس کے انواع ومراتب کے اختلاف کے ساتھ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت قبول کرنا۔ مختلف قسم پارلیمانی اور شورائی نظام سے صرف نظر، شوریٰ پر حکومت کا اعتماد کرنا شرعی واجبات میں سے ہے جس کی اصل اور بنیاد دین متین ہے ہم سب مسئلہ میں صریح ومحکم خداوندی حکم کو پڑھتے ہیں شوریٰ کا حکم ان احکام میں سے ایک ہے جس میں واجب اور حق دونوں جمع ہو جاتے ہیں حاکم مملکت کو خطاب کی صورت میں شوریٰ کے حکم عمل کرنا حاکم پر واجب ہے اور خطاب کا رخ قوم کی جانب ہے تو یہ مقررہ حق ہے اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ قوم یا رعایا ہمیشہ مردوں اور عورتوں کے اشتراک سے بنتی ہے لہذا شوریٰ کا حق مرد وعورت دونوں کو ایک ساتھ حاصل ہے اور اس حکم کی عملی تطبیق اپنی واضح ترین صورت میں عہد نبوت میں نظر آتی ہے ایک صحیح حدیث میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے دن جب آنحضور ﷺ نے کفار مکہ سے بظاہر دب کر صلح کر لی تھی، اس سے صحابہ کرامؓ کو سخت ذہنی جھٹکا لگا تھا کہ ہم حق پر ہو کر باطل سے کیوں دب گئے اسی غم میں تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو احرام کھولنے، قربانی

کرنے اور حلق کرنے کو فرمایا مگر صحابہ اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں گویا حکم رسالت ان کے کانوں میں پڑا ہی نہیں، آنحضورﷺ کو رنج پہنچا اور ام المؤمنین ام سلمہؓ سے شکایت کے انداز میں تذکرہ فرمایا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ یہی پسند کرتے ہیں کہ لوگ حلال ہوکر قربان اور حلق کرائیں تو آپ تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں اپنی قربانی کرکے حجام کو بلوائیں جو آپ کے سر کا حلق کردے آپﷺ نے ام سلمہ کے مشورہ کو قبول فرمایا اور ایسا ہی کیا، جب صحابہ نے آپ کو قربانی کرتے اور حلق کراتے دیکھا تو سکتہ کی کیفیت سے باہر آئے، پھر سب نے وہی کیا جس کا حکم دیا گیا تھا۔

امام حسن بصریؒ نے اس واقعہ سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ عورتوں سے مشورہ لینا مشروع ہے، اگرچہ آپﷺ مشورہ لینے کے مکلّف نہیں تھے مگر آپ نے یہی پسند فرمایا کہ لوگ اس معاملہ میں آپ کی اقتداء کریں اور مرد کو عورت سے ضرورت کے وقت مشورہ لینے میں عار نہ محسوس ہو۔

خلفاء راشدینؓ خواتین سے حسب ضرورت مشورہ لیا کرتے تھے خاص کر امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ اس میں نمایاں نظر آتے ہیں جبکہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان ذوالنورین اور سیدنا علی مرتضیٰؓ اپنے اپنے عہد خلافت میں صحابیاتؓ سے مشورہ دینے اور ان سے مشورہ لینے اور اپنی رائے ظاہر کرنے کے حق سے روکا ہو اور رسول اللہﷺ کی سنت اور صحابہ کرامؓ سے ثابت عمل پر اعتماد کرتے ہوئے جمہور فقہاء امت کا کہنا کہ شوری اور فتوی دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں لہذا جو کسی معاملہ میں فتوی دے سکتا ہے وہ اسی معاملہ میں مشورہ بھی دے سکتا ہے اور امام وقاضی کو حق ہے کہ اس سے مشورہ لے اور اس کی رائے پر عمل کرے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ فتوی دینے کے لئے مذکر ہونا شرط نہیں ہے اور نہ ہی فتوی دینے کے منصب پر فائز ہونے کے لئے مرد ہونا ضروری ہے۔

امام ماوردی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''ادب القاضی'' میں رقم طراز ہیں: شریعت اسلامیہ میں جس کے لئے فتوی دینا صحیح ہے تو قاضی کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ احکام میں اس سے مشورہ

لے اوراس لئے جائز ہے کہ نابینا،عورت،غلام سے مشورہ لے اوراکثر فقہاء کا یہی کہنا ہے۔

(۳) ان فرائض میں سے تیسرا اہم فریضہ: دوسرے سیاسی عہدے اور مناصب اپنے درجات کے اختلاف وتفاوت کے ساتھ۔

ہم بالعموم ایجاز واختصار کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر عورت ان سیاسی وسرکاری عہدوں کی اہلیت اوراختصاص رکھتی ہے اوراللہ تعالی کی مقرر کردہ حدوں اورقواعد وقوانین (جس کا ذکر گذشتہ آچکا ہے) کے مطابق اپنے اخلاق وکردار اور اپنی ذات پر قابو رکھنے کے لئے تیار ہے تو ان عہدوں، ملازمتوں اور ذمہ داریوں کو نبھانے میں شریعت اس پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کرتی۔

مزید وضاحت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان ’’**لن یفلح قوم ولوا أمرهم امرأة**‘‘ کی تشریح میں علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد، امت کی امامت وقیادت اور حکومت کی سربراہی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے یہ بات اس موقع پر فرمائی تھی جب فارس لے لوگوں نے ایک عورت ’’بوران شاہ‘‘ کے سر پر تاج شہنشاہی رکھا تھا اور سربراہی وامامت سے کمتر درجات کے مناصب تو وہ مسکوت عنہا ہیں یعنی ان کے بارے میں نفی واثبات کے سلسلہ میں خاموشی ہے اور یہ بھی تمام اہل علم وفقہ جانتے ہیں کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے یہاں تک کہ اس اصل کے خلاف کوئی حکم دلیل سے ثابت ہوجائے۔

اور یہ تمام سیاسی سرگرمیاں جو عورت جاری رکھ سکتی ہے یہ سب مملکت کی سربراہی کے علاوہ، اباحت کے حکم کے تحت دوشرطوں کے ساتھ آتی ہیں، جن کو ہم بیان کررہے ہیں:

شرط اول: عورت اس کام یا عہدہ کی معلومات اورمہارت کے لحاظ سے اہل ہو۔

شرط ثانی: اپنے اعمال وکردار اور سیرت واخلاق سے دین کے احکام اور اس کے آداب قوانین کی پابند ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ ان کاموں میں سے کوئی بھی عورت کو اللہ تعالی کے احکام واوامر کی پابندی کرنے سے مانع نہیں ہے یہ تو وہ سماج ومعاشرہ ہوتا ہے جو اپنے اصولوں اور غلط روایات

ورسومات کی وجہ سے عورتوں پر دباؤ ڈالتا ہے اور مجبور کرتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے دین واحکام سے ہٹ کر سماج کی مرضی کے مطابق سماجی وسیاسی اور رفاہی سرگرمیوں میں شریک ہوں، جب کہ ہم عورت کے ان تمام حقوق کے بارے میں باتیں کررہے ہیں جن کی اسلام نے خواتین کوایک محفوظ پرامن اسلامی ماحول میں ضمانت دی ہے اور یہ عقل وفہم سے بعید بات ہے کہ اسلام ایسی مشکلات کا بوجھ عورت پر ڈالے گا جومشکلات اسلامی نظام اور طریقہ سے برگشتہ اور انتشار کا شکار معاشرہ میں اسلامی احکام کی چند جزئیات کواختیار کرنے کے سبب پیدا ہوئی ہیں۔

مختلف روایتی مشکلات پر ایک نظر:

میں نے روایتی (تقلیدیہ) کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے کہ بار بار منطقی جوابات دینے سے اس موضوع سے متعلق گفتگو کی اصل ختم نہیں ہوئی ہے جب تک کہ پوشیدہ حقیقت کی معرفت تک پہنچنے کے لئے ان میں گہرائی تک نہ اتر جائے گا اس لئے کہ تہذیبی مظاہر کے غلبہ اور لوگوں کی انتہا پسندی اور روایات کی پابندی کے باعث ان مسائل کی حقیقت پر اشکال کی تہیں جمی ہیں، اس موضوع پر گفتگو کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ ان مشکلات پر پڑے دبیز پردہ اور اس کے پیچھے پوشیدہ اہداف سے حجاب کو ہٹائیں تا کہ ان روایتی مشکلات کی حقیقت سامنے آئے لہذا ہم ہر مشکل کا مختصر جائزہ لیں گے اور ان پر روشنی ڈالیں گے ایک مشکل قوام کی حقیقت سے ناواقفیت ہے۔

اول: القوامہ:

''قوامہ'' کی بنیاد واصل اللہ تعالی کا قول: ''الرجال قوامون علی النساء'' (النساء: ۳۴) ہے ہم اختصار کے ساتھ کہتے ہیں کہ جس قوامہ کے بارے میں اللہ تعالی نے خبر دی ہے اس سے مراد دیکھ بھال انتظام وانصرام کی ذمہ داری ونگرانی ہے، نہ کہ اس کے معنی مالک بن جانا، حاکم

ہو جانا کے ہیں، جیسا کہ بہت سے لوگوں کو اس کا وہم ہے اس لئے کہ قوام کا لغوی اس مفہوم کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔

اللہ تعالی نے مرد کو عورت پر ولایت کی نفی فرمائی ہے اور اس کی مردانہ حیثیت ایسا اقتدار نہیں دیا ہے جو اس ولایت کو جائز کر سکے اللہ تعالی نے ولایت کو جو درجہ عطا کیا ہے اس کو کسی وضع کردہ انسانی قانون نے آج تک نہیں جانا اسلامی شریعت ہم اس کو ولایت متبادلہ سے تعبیر کرتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے: "**والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض**" اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ان کا بعض بعض کا ولی ہے۔

جب ربانی توضیح نے عورت پر مرد کی ولایت کو اس واضح فرمان سے ساقط کر دیا تو آیت کریمہ میں قوامہ سے ایک ہی معنی مراد لیا جائے گا اور وہ ہم منتظم ہونا نگراں ہونا چونکہ مرد عورت پر اپنا مال خرچ کرتا ہے اس لئے وہی اس کے مفاد کا نگراں ومحافظ ہوگا اور ملکی قانون بھی یہی کہتا ہے کہ جو خرچ کرنے والا ہے وہی مشرف ونگراں ہے اور دوسرے یہ کہ عورت مرد کے زیر انتظام رہے گی اور مرد وعورت کے زیر انتظام نہیں رہے گا یہی اللہ کا فیصلہ ہے اور اسی میں مرد وعورت کی سعادت مندی ہے۔

دوم: حجاب:

دوسری تقلیدی مشکل عورت کے لئے حجاب کی مشروعیت سے پیدا ہوئی ہے اس لئے کہ حق بات کو دیکھنے سے محروم اوہام کی دنیا میں سرگرداں افراد حجاب کو عورت کی تحقیر وتذلیل اور اس کی آزادی کو سلب کرنے کی سب سے بڑی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں جب ان کور چشم دانشوروں کے تصور کے بالکل برعکس حجاب عورت کے لئے اعزاز واکرام اور اس کی آزادی عملی کا سب سے اہم ذریعہ ہے اگر کوئی مسلمان خاتون مرد کے ساتھ سیاسی، سماجی اور علمی وتمدنی عمل کے میدان میں اشتراک عمل کی خواہاں ہے تو باپردہ رہ کر ہی حصہ لے سکتی ہے اور معاشرہ کی تعمیر میں

تمام اسباب و ذرائع اور صلاحیت وقوت استعمال کر کے اس کو اقتصادی، وتمدنی اور اصلاح و تربیت کے لحاظ سے ترقی یافتہ بنا سکتی ہے۔

ہم اختصار کے ساتھ اس بات کو سمجھاتے ہیں کہ تمام سیاسی، اجتماعی اور ثقافتی سرگرمیوں اور ذہنی صلاحیتوں میں مرد و عورت کے درمیان ایک قدر مشترک ہے پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مرد و عورت سے کمتر حیثیت رکھتی ہے اس لئے کہ ایک تو اللہ نے اس میں کچھ نسوانی علامات ومظاہر رکھے ہیں دوسرے اس کے وجود میں ایسی کشش ہے جو دوسروں کے جذبات کو بھڑکاتی ہے اور اس کی جانب دل کو مائل کرتی ہے یہ طبعی کشش ہی مرد و عورت کو ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے کی راہ ہموار کرتی ہے۔

آپ اس حقیقت کے پیش نظر بآسانی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مرد و عورت کا باہم مل کرامت کی تمدنی پیش رفت کے اسباب کے وجود اور قوم کی بیداری کے لئے سیاسی، اجتماعی اور ثقافتی کاموں میں مشترکہ جدوجہد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عورت کی جانب سے ان کاموں میں صرف وہی چیزیں اور خوبیاں ظاہر ہوں جو ان اعمال سے تعلق رکھتی ہیں اگر عورت نے اپنی نسوانی صفات اور جذبات کو ابھارنے والی حرکات کا اظہار کیا تو طبعی طور پر اشتراک عمل کا پہلو متاثر ہوگا اور اس صورت میں عورت اگر چہ اپنی مختلف صلاحیتوں کو کام میں استعمال کرے اور بھرپور محنت سے ذمہ داریوں کو ادا کرے لیکن مرد کی رغبت اور توجہ تو اس کی نسوانیت اور اس کی جذباتی حرکات ہی کی جانب رہے گی اور نہ فطری بات ہے اور جب معاملہ اس نوعیت کا ہوگا تو عورت کی فکری علمی اور ثقافتی شخصیت کی توہین وتحقیر ہوگی ہر ذی عقل اس کیفیت کو سمجھ سکتا ہے کہ ایک محققہ دانشور اور ماہر فن خاتون کی اس سے بڑھ کر اہانت اور کیا ہو سکتی ہے اور اس عورت کا کیا حال ہوگا۔

یہ تمام صورت حال اس وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے کہ عورت بے پردہ رہ کر مرد کے ساتھ ان کاموں میں شریک ہو اللہ تعالی نے حجاب اسی لئے عورت پر لازم کیا ہے تا کہ وہ اپنی تذلیل سے محفوظ رہے جو کہ اس کی علمی، فکری اور اجتماعی خوبیوں کو اس کی جانب مردوں کی طبعی طور پر اٹھنے

والی نظروں کی آگ میں بھسم کر دیتی ہے اس لئے لازم ہے کہ ان سب سے بچنے کے لئے عورت باپردہ سرگرم عمل ہو اور پورے اعتماد کے ساتھ اپنا کام کرے۔

اس کے برعکس جب مرد و عورت کا اشتراک عمل شرعی بنیاد پر میاں بیوی کی حیثیت سے ہو اور دونوں ایک دوسرے سے اپنے فطری جذبات کی تسکین کے خواہاں ہوں تو اس وقت عورت کی علمی وتمدنی اور سماجی واجتماعی لیاقت وصلاحیت کے بجائے اس کی نسوانی صفات کے اظہار کی ضرورت ہے مرد و عورت دونوں میں سے ہر ایک اس موقع ومحل کے اعتبار سے اپنے حق کو استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں اور شریعت نے میاں بیوی کے لئے حجاب کی شرط کو ختم کر دیا ہے کیونکہ اس وقت حجاب ایک مانع ہے اس سعادت کے حصول کے لئے جو ایک فطری بشری تقاضے کے تحت ممکن ہے اور زندگی اسی سے خوشگوار اور بارونق ہوتی ہے۔

سوم: حکومت کی سربراہی:

ہم کو یہ نہیں فراموش کرنا چاہئے کہ ہم عورت کے حقوق سے متعلق بات کر رہے ہیں اور ایک ایسے معاشرہ میں جو شرعی احکام کے رنگ میں رنگا ہے اس میں عورت کے ساتھ اسلامی شریعت کے حد درجہ اہتمام واکرام کی گفتگو کر رہے ہیں تو یہ بھی ذکر کرتے چلیں کہ حکومت کی سربراہی ایسے معاشرہ وسماج میں اجتماعی وسیاسی مہم سے بڑھ کر ایک دینی وظیفہ عمل اور ایسی قیادت ہے جس کے لئے ہدایات واحکام ہیں اور یہ بھی معلوم ہے عورت کے احوال اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے سے مانع ہیں اور دینی پہلو سے وہ اس بڑے کام کی اہل نہیں ہے مزید اس ضمن میں تفصیل کی ضرورت نہیں۔

ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ انسانی سوسائٹی کی قدیم ترین تاریخ کی طرف توجہ کریں اور سوال کریں تاریخ کے مختلف ادوار میں ہزاروں بادشاہوں، حکمرانوں اور قوم کے سربراہوں کے درمیان ہم انگلیوں پر شمار کرنے کے بقدر، تعداد ہی عورتوں کو سربراہ مملکت اور حکمراں کیوں

پاتے ہیں ان کو ان اہم عہدوں پر کیوں نہیں فائز کیا گیا امریکہ جیسے حقوق نسواں کے علمبردار ملک جس کو اکثر بے عقل وشعور افراد انسانی تمدن اور حقوق انسان کی رعایت و پاسداری کی چوٹی پر فائز سمجھتے ہیں اس میں کوئی عورت آج تک صدر مملکت کیوں نہیں بنائی گئی؟

منطقی طور پر اس سوال کا ایک ہی جواب ہے عورت کی وہ فطری وتخلیقی کمزوری ہے اور اسلامی شریعت پر نقد وتبصرہ اور اعتراض کرنے والوں وہی جواب دیتے ہیں آئے ہیں کہ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوگی جس نے عورت کو اپنے امور کا حاکم بنایا"**لن یفلح قوم ولوا أمرهم امرأة**"۔

میں اپنے اس مقالہ کو ہمہ جہت اوصاف کے جامع خداوندی فرمان کے ذکر پر ختم کرتا ہوں، ارشاد ربانی ہے:"**فاستجاب لهم ربهم أني لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثى بعضكم من بعض**"(آل عمران:۱۹۵)۔

(اوران کی دعا کو اللہ نے قبول کیا کہ میں تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا خواہ مرد ہو یا عورت تم میں کا بعض بعض سے ہے)۔

عورت-اسلامی تہذیب اوراندھی تہذیب کے درمیان

دکتور کامل معوض

قرآن کریم کی سورہ احزاب (۳۵) میں، مرد وعورت کے درمیان مساوات کا ذکر اللہ نے اس طرح کیا ہے: ''بلاشبہ مسلمان مرد مسلمان عورتیں، ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، خشوع وخضوع پیدا کرنے والے مرد خشوع وخضوع پیدا کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، صدقہ خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ وخیرات کرنے والی عورتیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کی یاد کرنے والے مرد اور بکثرت خدا کی یاد کرنے والی عورتیں ان تمام حضرات کے لئے اللہ عزوجل نے مغفرت اور اجرعظیم تیار کر رکھا ہے'' (سورہ احزاب: ۳۵)۔

اسلام آنے کے بعد عورتوں کی تہذیب وتمدن اور زندگی میں بڑی تبدیلیاں آئیں اسلام نے عورتوں کو ایسا مقام اور عروج بخشا کہ عورت جو تحت الثری میں تھی اسلام نے اسے عزت کی بلندی پر پہنچادیا، قرآن وحدیث کے دستور وقانون کے مطابق اسلام نے عورت کی ان تمام آرزوؤں اور تمناؤں کو پورا کیا جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے اسلام نے مرد وزن دونوں کو یکساں احترام واکرام عطا کیا نومولود بچی کی حیثیت سے ساخت وپرداخت اور پیار ومحبت کے تمام حقوق بخشے ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھنے کی مذمت کی آپ ﷺ کو اس دار فانی میں مبعوث

ہونے سے پہلے بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

"**وإذا المؤودة سئلت بأی ذنب قتلت**" (سورہ التکویر: ۸-۹) (جس وقت زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے ضمن میں قتل کی گئی تھی)۔

بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کے ضمن میں مندرجہ ذیل حدیث میں فرمان رسول ہے:

"**وعن أبی سعید الخدری ؓ قال: قال رسول الله ﷺ من کان له ثلاث بنات أو ثلاث أخوات، أو بنتان أو أختان فأحسن صحبتهن واتقی الله فیهن فله الجنة**" (رواہ الترمذی وابوداؤد)۔

(حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے اور اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے تو اس شخص کے لئے جنت واجب ہے)۔

اور ایک نوجوان لڑکی کی حیثیت سے یہ عزت دی کہ اس کی بات سنی جائے اور اس کی رائے کا احترام کیا جائے اور اپنے شریک حیات کے انتخاب میں اس کو پوری آزادی اور اختیار تفویض کیا، اسی کے ضمن میں ایک حدیث ہے (جو بخاری کے علاوہ صحاح ستہ میں مذکور ہے)، ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ثیبہ عورت اپنی ذات کی اپنے ولی سے زیادہ مستحق ہے اور باکرہ عورت سے اجازت طلب کی جائے گی اور اس کی خاموشی اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔

عورت کو بیوی اور ماؤں کا بلند درجہ دیا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "**وآتوا النساء صدقاتهن نحلة**" (النساء: ۴) (تم لوگ اپنی بیبیوں کا مہر خوش دلی سے دیدیا کرو)۔

ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ لوگوں میں حسن سلوک کے اعتبار سے سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں، پھر عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، پھر عرض کیا کہ اس کے بعد، آپ ﷺ نے فرمایا

تمہاری ماں، پھراس نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون مستحق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے والد محترم (رواہ البخاری و مسلم)۔

مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تبارک وتعالی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ووصينا الإنسان بوالديه إحساناً حملته أمه كرهاً ووضعته كرهاً" (سورہ احقاف: ۱۵) (ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا کیوں کہ اس کی ماں نے اسے بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں پرورش کی اور پھر بڑی ہی مشقت سے اسے جنا)۔

آپ ﷺ عورتوں کا اتنا خیال کرتے تھے کہ اپنے رب حقیقی اور رفیق اعلی سے ملنے سے پہلے زبان مبارک پر "الله الله في النساء" کے کلمات جاری تھے (رواہ مسلم)، یعنی عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اسلام نے عورتوں کے ساتھ بڑا ہی رحم وکرم واعزاز واکرام کا معاملہ کیا ہے ان تمام قوانین وضوابط وضع کئے جو عورت کے لئے مردوں کے برابر فعل وعمل میں ہمہ جہت مساوات کو ثابت کرتے ہیں اسلام میں وہ تنہا مذہب ہے جس نے عورت کو عزت واحترام کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے اسلام کے علاوہ کسی مذہب نے بھی عورتوں کو یہ مقام عطانہیں کیا ہے ہم ذیل میں عورتوں کے تئیں کچھ حقوق کو اجمالاً قلم بند کررہے ہیں، جو اسلام نے ان کو دیئے ہیں:

ا۔حقوق انسانی:

اسلام نے انسانی حقوق میں مردوزن کے درمیان مساوات کا حکم دیا ہے اور یہ ایسی زندگی کا حق ہے جو مردوزن کے درمیان یکساں طور پر مشترکہ عملی حق ہے، جس کی بنیاد پر عورت ان تمام حقوق سے لطف اندوز ہوسکتی ہے جن سے مرد لطف اندوز ہوتا ہے جیسے تعلیم وتعلم کا حق، اپنی بات کہنے اور رائے دینے کا حق اور ثواب وعذاب کا حق۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

"يا أيها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً ونساء واتقوا الله الذى تساء لون به والأرحام إن الله كان عليكم رقيباً"(النساء:۱)۔

(اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو آدمؑ سے وجود بخشا اور اس سے جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے بہت سے مرد وزن کو دنیا میں پھیلایا، خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے تم ایک دسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور قرابت کے حقوق کو ضائع کرنے سے بھی ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم سب کو حالات سے باخبر ہیں)۔

یہ آیت کریمہ ہمارے لئے اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ مرد وزن ایک ہی جنس یعنی آدمؑ کی اولاد ہیں آدم ہی تمام بنی نوع انسانی کی اصل ہیں۔

اس طرح مرد وزن کے مابین انسانی قدر مشترک ہے جس سے دونوں کے درمیان انسانی مساوات پائی جاتی ہے ان تمام حقوق وواجبات میں جو مرد وعورت کی فطری ساخت وصلاحیت کے دائرہ میں آتے ہیں۔

۲۔اجتماعی حقوق:

جس طرح اسلام نے مرد وزن کے مابین حقوق انسانی میں برابر کا معاملہ کیا ہے اسی طرح اجتماعی حقوق میں بھی مساوات کا حکم دیا ہے، اسلام نے عورت کو "دین اسلام کو قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے" کا اختیار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: **"فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر"**(الکہف:۲۹) (جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے ایمان نہ لائے)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف مرد کو ہی اختیار اور ارادے سے

وابستہ نہیں کیا ہے بلکہ عورت بھی اس کے ساتھ متصف ہے نیز اللہ تبارک وتعالی نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی رسول ﷺ کی مبایعت کا حق دیا ہے اور قول وفعل اور بارگاہ رسالت میں اپنی ذمہ داری کو پوری طرح نبھانے کا حق اس کو مردوں کے برابر حاصل ہے اور عورت کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ قول وفعل میں اپنے ارادہ کو ظاہر کرسکتی ہے اپنی مستقل حیثیت کو منوا سکتی ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

"یا أیها النبی إذا جائک المؤمنات یبایعنک علی أن لا یشرکن بالله شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن أولادهن ولا یأتین ببهتهان یفترینه بین أیدیهن وأرجلهن ولا یعصینک فی معروف فبایعهن واستغفرلهن الله إن الله غفور رحیم" (الممتحنہ:۱۲)۔

(اے نبی ﷺ جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان باندھیں گی، جس کو اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان بنالیویں، اور شروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے، اوران کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے بے شک اللہ تعالی غفور رحیم ہے)۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالی نے اسے ہجرت کرنے کا اور کافر شوہر سے علاحدگی کا حق عطا فرمایا ہے جبکہ وہ کفر پر ہی اصرار کرے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"یا أیها الذین إذا جائکم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله أعلم بإیمانهن فإن علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن إلی الکفار لا هن حل لهم ولا هم حل لهن" (الممتحنہ:۱۰)۔

(اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دار الحرب سے) ہجرت

کرکے آویں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو ان کے حقیقی ایمان کو تو اللہ تعالی ہی جانتے ہیں، پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو کیونکہ وہ عورتیں نہ ہی ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ ہی وہ کافران عورتوں کے لئے حلال ہے)۔

ایسے ہی اسلام نے مردوزن کے درمیان دعوت الی اللہ کے عمل کو بھی مساوی قرار دیا ہے یعنی دونوں اپنے اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے اس عمل کو جاری رکھنے اور کام کرنے میں خود مختار وآزاد ہیں، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلاة ويؤتون الزكوة ويطيعون الله ورسوله، أولئک سيرحمهم الله إن الله عزيز حكيم" (التوبہ:۷۱)۔

(مسلمان مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دینی رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں، ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالی رحمت کرے گا، بلاشبہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے اور حکمت والا ہے)۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دال ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہونے میں برابر ہیں اور اللہ تعالی کی عبادت کرنے دعوت وتبلیغ کی اہلیت میں ایک دوسرے کے آپس میں مددگار بھائی بہن ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ وہ میدان تبلیغ ودعوت میں تشجیع وتوبیخ، ترغیب وترہیب کے اللہ کے باغیوں اور سرکش افراد کو بغاوت سے روکیں اور ان کو ہدایت پر لائیں اس کام میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص وتحدید نہیں ہے۔

۳۔ حق مفاضلہ:

شرف وفضل میں مردوزن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے نہ ہی مرد کو عورت کے اوپر

کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی عورت کو مرد کے اوپر، ہاں اگر فضیلت حاصل ہے تو وہ تقوی اور نیک اعمال کی بنیاد پر ہے۔اللہ تبارکوتعالی کا یہی قطعی اور حتمی فیصلہ ہے۔

لہذا جنت میں مردوزن کا دخول تقوی اور نیک اعمال کی بنیاد پر ہوگا، اور جہنم میں اپنے اپنے فاسد عمل، بدکرداری اور گناہوں کے سبب جائیں گے، ایسا نہیں ہے کہ جنت یا دوزخ پر کسی ایک جنس کی اجارہ داری ہو کہ مرد ہی جنت میں جائیں گے عورتیں نہیں جائیں گی یا اس کے برعکس، بلکہ اصل کسوٹی اور معیار، تقوی ہے جو گناہوں سے بچنے اور عمل صالح پر آمادہ کرنے اور یہی وہ معیار ہے، جو اصلاح معاشرہ، امن وامان اور خوشحالی کا واحد راستہ ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"یا أیها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم"(سورہ حجرات:۱۳)۔

(اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم وحوا سے پیدا کیا ہے، اور تم کو مختلف قومیں اور پھر ان قوموں میں مختلف خاندان بنایا، یہ محض اس لئے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو، بلاشبہ اللہ تعالی کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف اور متقی وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار رہو)۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

"من عمل صالحاً من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون"(النحل:۹۷)۔

(جوشخص بھی کوئی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو دنیا میں بالطف زندگی دیں گے اور آخرت میں ان کے اچھے اعمال کے عوض میں اجر دیں گے)۔

اسی کے تحت ایک جگہ اور ارشاد ہے:

"إني لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثى بعضكم من بعضكم"

(آل عمران: ۱۹۵) (بلاشبہ میں تم سے کسی بھی شخص کے نیک کام کرنے والے کے عمل کو اکارت نہیں کرتا، خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، کیونکہ تم سب آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو)۔

جس وقت اللہ تبارک وتعالی نے آدمؑ اور حوأ کو وجود بخشا اور ان دونوں کا مسکن جنت میں بنایا تو ارشاد فرمایا:

''ویا آدم اسکن أنت وزوجک الجنة فکلا من حیث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظالمین'' (سورہ اعراف: ۱۹)۔

(ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی حوا جنت میں رہو اور جس جگہ سے چاہو اور جس چیز کو چاہو کھاؤ پیو، لیکن اتنا خیال رہے کہ اس درخت کے قریب تک نہ جانا، ورنہ گنہگاروں کی فہرست میں آجاؤگے)۔

یہ آیت شریفہ استدلال ہے کہ جب ان میں سے ایک یا دونوں نے عمل صالح کئے تو اجر وثواب کے مستحق ہوئے اور جب نافرمانی کی تو سزا کے مستحق بنے، اسلئے اس آیت شریفہ سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عمل صالح کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کسی اور چیز کا فرق اور امتیاز نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث بھی اس بات کو واضح کر رہی ہے:

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنے دو بچوں کو لئے ہوئے آئی تو میں نے اسے تین کھجوریں دی تو اس عورت نے دونوں بچوں کو ایک ایک دیدی اور ایک کھانے کے لئے اپنے منہ میں ڈال ہی رہی تھی کہ اس کے بچوں نے اسے بھی مانگنے لگے، تو اس نے اسے دو حصہ کر کے دونوں کو دیدیا، تو مجھے اس فعل سے بہت تعجب ہوا میں نے اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالی نے اس کے اس عمل سے اس پر جنت واجب کردی یا فرمایا جہنم سے خلاصی عطا فرمادی (رواہ مسلم)۔

۴۔خاندان سازی کا حق:

مردوں کی طرح اسلام نے عورتوں کو بھی یہ حق دیا ہے کہ اپنا خاندان بنانے میں پوری طرح شریک ہولہذا عورت کو کامل آزادی ہے کہ اپنے مزاج وذوق کے مطابق نوعمر کنوارے یا شادی شدہ مرد سے کفو کی اساس پر شادی کر کے اپنا گھر بسائے، خاندان بنائے، پس اسی مرد سے شادی کرے جو شریعت کی بیان کردہ حد میں اس کے لئے حلال ہواور دین واخلاق مزاج وطبیعت اور خصوصیات میں اس کا کفو بن سکے۔

اسی طرح عورت ایسے آدمی سے نکاح کرنے سے بچ جائے گی جس کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارنا مشکل ہو، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا عمر رسیدہ خاتون سے رائے مشورہ کے بعد نکاح کیا جائے اور باکرہ سے اجازت لی جائے، لوگوں نے عرض کیا اس سے اجازت کس طرح لی جائے فرمایا کہ اگر وہ پوچھنے پر خاموش رہے تو یہ اس کی اجازت ہے (بخاری)۔

حضرت خنساء بنت خذام انصاریہؓ سے مروی ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا حالانکہ میں ثیبہ عورت تھی تو میں نے اس شادی کو ناپسند کیا اور اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس نکاح کو رد کر دیا (بخاری)۔

ایک مسلمان عورت ان تمام حقوق میں جو اسلام نے اس کو تفویض کئے ہیں، وہ اپنے جوڑے کو منتخب کرنے میں مرد کی طرح بااختیار ہے، اس کو پوری اجازت واختیار ہے کہ وہ شرعی نکاح پوری احتیاط اور جانکاری کے بعد کرے، جس کے لئے شادی کو مشروع کیا گیا جب کہ یہ آزادی اور اختیار، دوسرے مذاہب میں عورت کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجاً لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة" (الروم:۲۱) (اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں میں تمہارے لئے جوڑے بنائے تاکہ ان سے تم سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت ورحم لی

پیدا کی۔

اللہ تعالی نے اس آیت میں نکاح کی مشروعیت کے اغراض ومقاصد کی تحدید فرمائی ہے، لہذا شادی ونکاح باعث سکون وراحت ہے اس لئے شادی قلبی اور بدنی راحت ولذت کا معنی رکھتی ہے، شوہر کو بیوی کی قربت ملتی ہے تو وہ غموں اور فکروں کو بھول جاتا ہے اور بیوی کو اپنے شوہر کی معیت میں حفاظت وقوت کا احساس ہوتا ہے شادی میں محبت وتعلق کا احساس ہوتا ہے دو اجنبی خاندان میں قربت کا رشتہ ہوتا ہے خاندان میں وسعت پیدا ہوتی ہے رشتہ دار اور دوست واحباب میں اضافہ ہوتا ہے اور قرابتداری کا دائرہ وسیع ہوتا ہے یہ سب چیزیں میاں بیوی کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے حاصل ہوئی ہیں۔

شادی کو رحمت فرمانے میں یہ معنویت ہے کہ نسل واولاد کا سلسلہ جاری ہوتا ہے، بچہ چونکہ رحم مادر سے پیدا ہوتا ہے اور یہ مصدر ہے اسی رحم سے رحمت کا معنی نکلتا ہے اور ذریت ونسل ہی معاشرہ کی عمارت کی اینٹ ہوتی ہیں جو رحم مادر سے تیار ہوتی ہیں۔

اور اسلام نے مرد وعورت کے درمیان اس مساوات کے ذریعہ خاندان کی بنیاد کو مستحکم اور معاشرہ کی تشکیل کو مضبوط کرتا ہے۔

۵۔حدود:

زنا کاری، چوری، قتل وغارت اور شراب نوشی جیسے جرائم اور گناہ کا ارتکاب کرنے پر بھی اسلام نے ان دونوں کے مابین سزا دینے میں مساوات کا حکم دیا ہے، چنانچہ جرم زنا کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

''الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رأفة فى دين الله إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين''(النور:۲)۔

(زانیہ اور زانی دونوں کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو سو درّے لگاؤ اور تمہیں ان دونوں پر اللہ تعالی کے معاملہ میں ذرا بھی رحم نہ کرنا چاہئے، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے)۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زانیہ (عورت) زانی (مرد) پر مقدم ہے، اس لئے کہ زنا کا ارتکاب عورت کی موافقت کے بغیر نہیں ہوسکتا الا یہ کہ وہ قاصر اور بے بس یا گرفت میں ہو، یہ اس بنیاد پر کہا گیا ہے کہ یہ جرم عموماً عورت کی طرف سے ہی اولاً صادر ہوتا ہے، کوڑے لگانا یہ ایک ایسی بدنی سزا ہے جو عقل وحواس کو با آور کراتی ہے، اس سزا کے بارے میں اسلام کہتا ہے کہ ایسے شخص کو امام وقت کے سامنے سزا دی جائے، اور ایک دوسری سزا سزائے نفی ہے جو ایسے شخص کو اس جرم عظیم کے ارتکاب سے باز رکھے اور وہ سزائے نفی یہ ہے کہ زانی آزاد شریف عورت سے نکاح نہیں کرسکتا اور ایسے ہی زانیہ بھی آزاد شریف مرد سے نکاح نہیں کرسکتی الا یہ کہ توبہ استغفار کرلیں، اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

"الزانی لا ینکح إلا زانیة أو مشرکة والزانیة لا ینکحها إلا زان أو مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین"(النور:۳)۔

(زانی کسی سے نکاح نہیں کرسکتا بجز زانیہ یا مشرکہ عورت سے اور اسی طرح زانیہ کے ساتھ بھی کوئی نکاح نہیں کرسکتا بجز زانی یا مشرک کے اور یہ مسلمان پر حرام ہیں)۔

یہاں پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ زنا کاری اتنی قبیح حرکت ہے جو کفر کی دہلیز پر لا کھڑا کردیتی ہے، اس جرم عظیم کے مرتکب شخص سے کوئی صالحہ اور پاکدامن عورت نہیں کرسکتی تا کہ اس کی نسل میں یہ قبیح مرض نہ پایا جائے یہی وہ مرض ہے جس کی بنیاد پر معاشرے بگڑتے ہیں یہ سماج کے لئے اخلاقی اور روحانی کرب واضطراب کا سبب بنتا ہے کوئی آزاد شریف عورت یا مرد اپنی پیشانی پر یہ کلنک لگانے کو تیار نہیں ہوسکتا۔

چوری کی سزا کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں:

”والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالاً من الله والله عزيز حكيم“(المائدہ:۸۳)۔

(چوراور چورنی کا ہاتھ کاٹ دو،ان کے اس کردار کے عوض میں،بطورسزا کے اللہ تعالی کی طرف سے،اللہ تعالی بڑی قوت والا اورحکمت والا ہے)۔

دیکھئے چوراور چورنی کے لئے مطلق مساوات اورایک ہی سزا ہے اس وقت تک جب تک جرم ایک ہو ہرایک کواس کے ارتکاب کی بنیاد پرسزادی جائے گی،اسی طرح حاکم ومحکوم مالدار اورغریب کے درمیان سزا دینے میں کوئی فرق یعنی کمی زیادتی نہیں کی جائے گی اس کا ارتکاب کرنے والے کے لئے سزامیں امتیاز اوراستثناءنہیں کیا جائے گا آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”والله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها“ (رواہ البخاری)

(آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا اگرچہ محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ نے ہی کیوں نہ چوری ہو،اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا)۔

آپ ﷺ نے اس بات کو واضح طور پرفرمایا کہ اگر میری بیٹی ہی کیوں نہ اس غلطی کا ارتکاب کرے اسے بھی یہی سزا ملے گی۔

دیکھئے یہ کون کہہ رہا ہے اورکس کے بارے میں کہہ رہا ہے؟ کیا اس سے بڑھ کربھی مساوات کا تصور ہے؟

حق جہاد:

اورایک بہت بڑا حق جو اسلام نے عورت کو دیا ہے وہ راہ حق میں جہاد کرنا اورمرتبۂ شہادت پرفائز ہونا ہے،مندرجہ ذیل حدیثوں سے واضح طور پر جہاد اورشہادت کا حق معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ربیع بنت معوذؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ

جنگ کے لئے جاتے تو ہم لوگ، لوگوں کو پانی پلاتے اور ان کی خدمت کے لئے کام آتے مجروح اور مقتول لوگوں کو مدینہ روانہ کرنے میں مدد کرتے (رواہ البخاری)۔

حضرت ام عطیہ انصاریہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہی، میں ان کے لئے کھانا بناتی، مجروح شخص کی مرہم پٹی اور مریضوں کی نگہبانی کرتی تھی (رواہ مسلم)۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام سلیمؓ اور انصاری عورتوں کے ہمراہ غزوہ کیا، وہ عورتیں لوگوں کو پانی پلاتیں اور مجروح لوگوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں (رواہ مسلم)۔

غزوۂ احد کے بارے میں آتا ہے کہ ایک عورت نسیبہؓ بنت کعب المازنیہ مسلمانوں کی صفوں میں پانی لے کر پھرتی تھی، معرکہ آرائی جب شدت پکڑ لیتی تو تلوار لے کر جنگ کرنے لگتی حتی کہ دشمن تک پہنچ جاتی۔

غزوہ خندق میں صفیہؓ بنت عبدالمطلب، حسان بن ثابتؓ کے قلعہ میں تھیں، جبکہ وہ بھی اسی قعلہ میں تھے، صفیہؓ بنت عبدالمطلب نے ایک یہودی کو قلعہ کے ارد گرد گھومتے ہوئے دیکھا تو حسان بن ثابتؓ سے کہا کہ وہ یہودی قلعہ کا چکر لگا رہا ہے، جیسا کہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں، قسم بخدا بلاشبہ یہ یہودی ہماری ٹوہ اور جاسوسی میں ہے، یہاں پر چھپی خواتین کے بارے میں جا کر یہودیوں کو بتائے گا۔ اور اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ جہاد میں مشغول ہیں، جایئے اس کو قتل کر دیجئے مگر حسانؓ کو ہمت نہ ہوئی، تو صفیہ بنت عبدالمطلب چھپ کر گئیں اور موٹی لکڑی سے دشمن پر حملہ کر کے اس یہودی کو مار گرایا، اور اس کا سر کاٹ کر یہودیوں کے قلعہ میں پھینک دیا جس سے یہود میں دہشت پیدا ہوگئی اور خاموش بیٹھ رہے۔

حق میراث:

ناواقفیت کے سبب بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام نے مردوزن کے درمیان میراث کے علاوہ تمام حقوق وواجبات میں مساوات کا حکم دیا ہے، اور وہ اس لئے ہے کہ اسلام نے عورتوں کے لئے حد مقرر کی ہے کہ عورت کا حصہ مرد کے بالمقابل آدھا ہے، یعنی ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"للرجال نصیب مما ترک الوالدان والأقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والأقربون مما قل منه أو کثر نصیباً مفروضاً" (النساء:۷)۔

(مردوں کے لئے (خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے) حصہ مقرر ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ یا دوسرے بہت نزدیکی قرابت دار اپنے مرنے کے وقت چھوڑ جاویں، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی حصہ مقرر ہے اس چیز میں سے جس کو ان کے ماں باپ یا دوسرے بہت نزدیکی قرابت دار اپنے مرنے کے وقت چھوڑ جاویں خواہ وہ چھوڑی ہوئی چیز قلیل ہو یا کثیر یہ قطعی طور پر مقرر ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

"للذکر مثل حظ الأنثیین" (النساء:۱۱) (ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے)۔

یہی وہ چیز ہے جسے اللہ تبارک وتعالی نے مشروع کیا ہے، جیسے بعض لوگ عورت کے تئیں ناانصافی اور اس کے بعض حقوق کے سلب ہونے کو تصور کرتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اسلام کے تئیں بے حیائی پر تلے ہوئے ہیں اور اسلام پر اعتراض وطعن کرنے کے جوش میں اس حکمت کو نہیں سمجھ پا رہے ہیں یا جان بوجھ کر جانتا نہیں۔

جس کی بنیاد پر اسلام نے میراث کے سلسلہ میں مردوعورت کے درمیان مساوات کا حکم نہیں دیا ہے، وہ حکمت یہ ہے کہ عورت کے تمام مصارف حیات کی ذمہ داری کو صرف اور صرف مردوں کے اوپر رکھا ہے۔ عورت چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو، وہ کسی بھی اقتصادی

ذمہ داری کی مکلّف نہیں ہے،عورت کے شادی بیاہ کی ذمہ داری اس کے ولی اور رشتہ داروں پر ہے،اوران کے اوپر یہ لازم ہے کہ وہ اس کے معاش کے کفیل بنیں۔اسلام نے عورت کومعاشی زندگی کے لئے سخت محنت کرنے سے استثناء کیا ہے،شادی کے بعداس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ ہے۔

نکاح کے بعدشوہر کےاوپر یہ ذمہ عائد ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اس کی مہر ادا کرے، مہر میں خالص بیوی کا حق ہے،جس طرح چاہے اس کوتصرف کرنے کی آزادی ہے،شوہر بیوی کے لئے وسعت نہ ہونے کے باوجود جس طرح گھر بنانے وسنوارنے میں اور تیار کرنے میں جدوجہد کرتا ہے،اسی طرح مہر کوادا کرے اوراس کے نان ونفقہ کے لئے تاحیات کوشش کرے، عورت کسب معاش کی ذمہ داری سے بری ہے،اس کے باوجود اسلام نے عورت کے تئیں تمام مالی اور بدنی حقوق کو برقرار اور محفوظ رکھا ہے،اور جب کہ شادی شدہ عورت اپنے ذاتی مالی اور کاروبار کی مالکہ ہوگی وہ اپنی مالداری کے باوجود شوہر سے اپنے ازدواجی حقوق حاصل کرنے کی حقدار ہوگی،اس کے ذمہ شوہر کا کوئی خرچ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ تبرعاً اس پر خرچ کرے۔

جب زوجیت کا رشتہ برقرار نہ رہ سکے اور طلاق کے ذریعہ جدائیگی اور انفصال ہوجائے تو صرف مرد یعنی شوہر کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کا خرچ ادا کرے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين" (البقرہ: ۲۴۱) (مطلقہ عورت کے لئے قاعدہ کے موافق فائدہ پہنچانا ہے،اور یہ مقرر ان پر ہے جو مشرک وکفر سے پرہیز کرتے ہیں)۔

ایسے ہی شوہر کے اوپر عدت کے دوران بیوی اوراولاد کا نفقہ اوران بچوں کی پرورش کی اجرت بھی لازم اورواجب الذمہ ہے،اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم

الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف"(سورۃ البقرہ:۲۳۳)۔

(مائیں اپنی اولاد کو مکمل دوسال تک دودھ پلایا کریں، یہ مدت اس کے لئے ہے جو شیرخوارگی کی تکمیل کرنا چاہے،لڑکے کے باپ کے اوپران ماؤں کا قاعدہ کے موافق کھانا اور کپڑا ہے)۔

اسلام نے عورت کو وہ تمام حقوق عطا کئے،جن کے حقدار صرف مرد تھے اس طرح اسلام نے عورتوں کی شان وشوکت،ان کے منزل ومرتبت اور مقام کو بلندو بالا فرمایا ہے۔

جب اسلام کا نظریہ عورت کے تئیں ایسا ہے تو کیا اسلامی تہذیب وتمدن کے علاوہ عورت کے تئیں ایسا معاملہ اور یہ ہے؟ ہم خود امن کا جواب مندرجہ ذیل میں ذکر کررہے ہیں کہ اسلام سے قبل عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ اور رویہ رہا ہے۔

اسلام سے قبل عورتوں کے تئیں عرب کا معاشرہ یہ تھا کہ انہیں سخت آزمائش میں ڈالا جاتا تھا۔انہیں ذلیل وخوار سمجھا جاتا تھا۔اور جس کے گھرلڑکی پیدا ہوتی تھی لوگ لڑکیوں کو عار اور بوجھ سمجھتے تھے،اس کی وجہ سے دنیا ان پر تنگ ہوجاتی،لوگوں سے شرم وحیاء کے مارے ادھرادھر چھپے پھرتے تھے۔اللہ تبارک وتعالی نے کلام پاک میں ان کی کیا ہی خوب منظر کشی کی ہے۔

"**وإذا بشر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسوداً وهو كظيم يتوارى من القوم من سوء ما بشر به أيمسكه على هون أم يدسه فى التراب ألا ساء ما يحكمون**"(النحل)۔

(جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبردی جاتی تو اس کا چہرہ پورا دن بے رونق اور سیاہ ہوجاتا،اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا۔اوراس سے عار محسوس کرتا اور لوگوں سے چھپا پھرتا، اور سوچتا کہ آیا اس نومولود کو ذلت کے ساتھ باقی رکھا جائے یا اسے زندہ درگور کردیا جائے،خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت بری ہے۔

عورت مرد کی نظر میں عار سمجھی جاتی تھی،زمانہ جاہلیت میں جس شخص کے یہاں بچی کی

ولادت ہوتی تھی، وہ اسے زندہ درگور کرنا واجب اور ضروری سمجھتا تھا، ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں مرد اپنے والد کو شادی کرنے سے روکتے تھے، حتی کہ اس بات پر بھی مجبور کرتے کہ وہ تمام مملوکہ چیز کو چھوڑ دے ایسے ہی طلاق دینے کے بعد مطلقہ عورت کو اس کے تمام اموال کو سلب کرنے اور لوٹنے کی غرض سے دوسرے مرد سے شادی کرنے سے روکتا تھا۔ وہ اس سے بغض اور نفرت کرتا اس کے ساتھ معلقہ جیسا معاملہ اور برتاؤ کرتا تھا۔ وہ عورت نا ہی شادی شدہ سمجھی جاتی تھی اور نا ہی مطلقہ۔

زمانہ جاہلیت میں عورت تنگ دست، ظلم وستم اور بربریت کی باری ہوتی تھی، معاشرے میں اس کا کوئی مقام اور ان کی کوئی قیمت اور اہمیت نہیں تھی، لیکن جب اسلام آیا تو ان تمام چیزوں کو ختم کر دیا۔

قدیم ہندوستانی معاشرے میں عورت سماجی اور انسانی ذات سے دوچار تھی انہیں انسانی فہرست میں نہیں گردانا جاتا تھا۔ انہیں حقارت اور بری نظر سے دیکھا جاتا تھا، برے اوصاف جیسے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ حتی کہ لوگ کہتے کہ ''منو'' (قانون کا خالق بھگوان ہے) جب عورت کو پیدا کیا تو اس کے لئے طے کر دیا کہ وہ مرد کی شہوت رانی کا ذریعہ ہے، وہ مرد کی مملوکہ اور باندی ہے اس کے لئے کوئی عزت وشرف نہیں ہے وہ ایک گندی مخلوق ہے جو کام کاج اور گھر کی صفائی کے لئے ہے اس کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا جائے گا۔

عورت کے لئے اس کے شوہر کے انتقال کر جانے کے بعد زندہ رہنا حرام اور محال سمجھا جاتا تھا۔ اس کے لئے یہ واجب ہوتا کہ شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد عورت بھی ستی ہو، تاکہ دونوں کو ایک ساتھ جلایا جائے، یہی ایک شوہر پرست بیوی کا کردار مانا جاتا تھا۔

قدیم یونانی معاشرے میں عورت ذلت وحقارت کے انتہائی نچلے طبقہ میں شمار کی جاتی تھی، اس کے بارے میں ول دیورانت اپنی کتاب حیاۃ الیونان میں ذکر کرتا ہے کہ یونانی مفکرین میں سے اکثر اپنے زمانہ میں عورت کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ عورت کا معنی ومطلب ہی گھر میں محبوس اور مقید رہنا ہے۔ یونان کے عظیم خطیب دیموستین معاشرے میں خاص کر عورت کے

فرائض کے بارے میں کہتا ہے کہ بلاشبہ ہم طوائف عورت کو لذت حاصل کرنے کے لئے اپناتے ہیں اور محبوباؤں کو اپنے جسم کی صحت کی نگہبانی کے لئے اور جائز بچوں کو جنم دینے کے لئے بیویاں رکھتے ہیں۔

مشہور فلسفی سقراط کہتا ہے کہ عورت کی اس دنیا میں موجودگی ہی حالات کے بگڑنے اور زوال پذیری کے ذرائع ہیں، اس نے عورت کو ایک ایسے زہر دار درخت سے تشبیہ دی ہے کہ جس کا ظاہر بہت خوبصورت ہوتا ہے لیکن جب اسے پرندے کھاتے ہیں تو فوراً مر جاتے ہیں۔

یہودی معاشرہ میں عورت کو میراث سے محروم کر کے اور لڑکیوں کو غلاموں کے بازار میں فروخت کر کے اور ان کے ساتھ حیوان سے بدتر سلوک کر کے ظلم ڈھایا جاتا تھا۔ اور ذلت وحقارت کا برتاؤ کیا جاتا تھا اور ان سے رزیل کام کرا کے بیگار لی جاتی تھی۔ ایک حکیم یہودی نے اپنے ''سفر الجامعہ'' ساتویں باب میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے دل کو بار بار ٹٹولا، تاکہ میں جانوں اس حکمت عملی کو تاکہ میں پہچانوں اس شر کو کہ بلاشبہ وہ جہالت اور حماقت کیا ہے جس کی وجہ سے عورتوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں۔ تو میں نے عورت کو موت سے زیادہ کڑوا پایا۔ عورت جال ہے اس کا دل پھندہ ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ہتھکڑی میں جو اللہ کے نزدیک نیک مرد وہ عورت کے جال سے بچ جائے گا۔ اور جو گنہ گار ہے وہ عورت کے جال میں پھنس جائے گا۔

یورپ میں عیسائیوں کے نزدیک عورت پورے معاشرے میں بدقسمت اور بدشگون سمجھی جاتی تھی، جب عورت پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے تو بدکاری فسق، وفجو، فحش کاری، اور ذلت ورسوائی سے بچنے کے لئے عورتوں نے کلیساؤں، گرجا گھروں میں پناہ ڈھونڈی یا پھر شاہراہوں پر بے سہارا پڑی رہتی تھیں، جو چاہتا تھا ان سے کھیلتا تھا مستی کرتا تھا۔ مارٹن لوتھر کہتا ہے کہ اللہ نے عورت کو بیوی بنانے کے لئے پیدا کیا ہے یا دوست بنانے کے لئے یعنی تفریح طبع کے لئے۔

بعض لوگوں کا عورت کے تئیں یہ تصور وگمان اورنظریہ ہے کہ وہ شیطان کے قبیل سے ہے، اور کہتے ہیں شیطان عورت کی شکل وصورت میں ہے، اگرلوگ اس کے بارے میں دخول جنت کے منکر ہیں، اور استفہام انکاری کے طور پر کہتے ہیں کہ کیا عورت مرد کی طرح اس بات کی مستحق ہے کہ وہ اللہ تعالی کی عبادت کرے؟ کیا عورتیں جنت میں جائیں گی؟ یعنی نہیں جائے گی۔

آج کے جدید دور میں بھی عورت دینی عزت اور انسانی وقار کی ناقدری کے مراحل میں ہے، وہ ماری ماری پھر رہی ہے اس کی سماجی حیثیت مفقود ہے۔

ہندوستان میں عورتیں اپنے بچوں کو اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے پھرتی ہیں زندگی گزارنے کے لئے لقمہ کی تلاش میں کیچڑوں میں پھرتی ہیں، ترقی یافتہ صنعتی ممالک اور جدید تہذیب میں اب بھی عورتیں مردوں کے ہاتھوں میں کھلونے کی طرح ہیں عورت نے خودساختہ آزادی کے لئے اپنے گھر کو چھوڑ دیا اور بچوں کی تعلیم وتربیت سے بے نیاز ہوگئی وہ نائٹ کلبوں میں رقص کرتی ہے، اور اس کی اولاد ماں کی ممتا کے لئے تڑپتی ہے، ویانا میں ایک رپورٹ کے مطابق یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عورت اپنی آزادخیالی سے ایک تیسری جنس بنتی جارہی ہے، جو نہ مرد ہے نہ عورت کیونکہ آزادانہ طور پر مردوں کے ساتھ کام کرنے سے اس کی نسوانیت ختم ہورہی ہے لہذا بانجھ پن کی بیماری نہ ہونے کے باوجود اس قسم کی زندگی گزارنے والی عورتوں میں ''عدم حمل'' کا مرض پایا جارہا ہے۔

جرمن میں ایک لڑکی کا کنواری ہونا شرم کی بات سمجھی جاتی ہے، وہاں پر مانع حمل وسائل ہرطرح سے دستیاب ہیں، امریکہ میں ہر سال کم سے کم لاکھوں حمل ساقط کرائے جاتے ہیں، ہزاروں نومولود بچوں کو مارڈالا جاتا ہے۔ امریکی فلسفی ''ولودیوارانت'' اپنی کتاب ''مناہج الفلسفۃ میں ہم عصر معاشرے کی عورتوں کے حالات کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ یہاں پر ایک ایسا قدیم اخلاقی قانون تھا کہ جنسی صلہ رحمی کو زواج سے مقید کرتا تھا۔ اس لئے کہ نکاح باپ اور بیٹا بننے کا ذریعہ اس طور پر ہے کہ دونوں کے درمیان انفصال ناممکن بات تھی۔ لہذا باپ اسی لڑکے کا

ذمہ دار بن سکتا تھا۔ جو باضابطہ شادی کے بعد اس کی صلب سے پیدا ہوتا تھا۔ اور دونوں میں محبت وصلہ رحمی ہوتی تھی۔ لیکن آج جنسی صلہ رحمی اور تناسل کے درمیان ربط ختم ہوگیا ہے، اور ایسی حالت پیدا ہوچکی ہے کہ ہمارے آباء واجداد کو اس کی توقعات نہیں تھی۔ اس کے نتیجے میں مرد وزن کے درمیان کے تمام رشتے تبدیل اور ٹوٹ رہے ہیں۔ لہذا آئندہ مستقبل کے اخلاقی قانون کے لئے لازم ہے کہ اس میں جدید سہولیات شامل ہوں جو مرد وعورت کے درمیان فطری وجنسی ربط کو بحال کرنے میں مددگار رہوں۔

سچ تو یہ ہے کہ عفت وعصمت اور شرم وحیاء اور عورت کی نسوانیت اگر کسی مذہب میں محفوظ ہے تو وہ اسلام کا مضبوط نظام حیات ہے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"ومن يسلم وجهه إلى اله وهو محسن فقد استمسک بالعروة الوثقى وإلى الله عاقبة الأمور" (سورہ لقمان:۲۲)۔

(جو شخص حق کا اتباع کرتے ہوئے اپنا رخ اللہ تعالی کی طرف جھکا دے یعنی فرمانبرداری کرے اور مخلص بھی ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا، آخر کار سب کاموں کا انجام اللہ تعالی ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔

خاتون اسلام آزادی اور فریب کے درمیان

عطیہ فتحی الویشی (مصر)

اسلام نے ہی سب سے پہلے عورت کی حالت زار پر رنج والم کا اظہار کیا، اور اس کے مسئلہ پر توجہ دی، اور اس کی ایسی عملی ورد کی جس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں ملتی، قدیم روایات اور شواہد سے ان تمام مظالم اور پریشانیوں کا ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جن سے عورت زمانہ جاہلیت میں دوچار رہی ہے، چنانچہ جب اسلام آیا تو اس نے عورتوں کو خدائی طریقۂ حیات اور ربانی منہج کے سایہ میں ظلم وستم اور حق تلفی کے بوجھ سے راحت وآرام کی خوشخبری سنا کر عورتوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کیا۔

قرآن کریم نے اسلام سے قبل عرب عورت کی دردناک صورتحال کی ایک جگہ تصویر کشی کی ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

”**وإذا بشر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسوداً وهو كظيم يتوارى من القوم من سوء ما بشر به أيمسكه على هون أم يدسه في التراب ألا ساء ما يحكمون**“ (النحل: ۵۸-۵۹)۔

(جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تو اس کا چہرہ (پورا دن) بے رونق اور سیاہ ہو جاتا، اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا، اور اس سے عار محسوس کرتا، لوگوں سے چھپا پھرتا، اور سوچتا کہ آیا اس نومولود کو ذلت کے ساتھ باقی رکھا جائے یا اسے زندہ درگور کر دیا جائے، خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت بری ہے)۔

غرضیکہ زمانۂ جاہلیت میں لفظ عورت عار، فقر وفاقہ اور بدشگونی کی علامت تھا، جب کسی عورت کے وضع حمل کا وقت قریب آتا تو وہ موت کے قریب پہنچ جاتی تھی، اگر بچہ ہوتا تو ٹھیک، ورنہ لڑکی پیدا ہونے کی صورت میں عورت کو ذلیل ورسوا کیا جاتا، اسے بے یارو مددگار چھوڑ دیا جاتا تھا، حضرت عمر فاروقؓ نے عورت کی حالت زار کے تعلق سے فرمایا تھا: "**كنا في الجاهلية ما نعد للنساء أمراً**" (ہم دور جاہلیت میں عورت کو کوئی حیثیت واہمیت نہیں دیتے تھے)۔

عورت جنس بیکار تھی، جس کا معاشرہ کے اندر کوئی مقام ومرتبہ نہ تھا، اس کے تمام معاشرتی اور سماجی حقوق سلب کر لیے گئے تھے، وہ کسی بھی حالت میں اپنا شوہر چننے کا اختیار نہیں رکھتی تھی، اور نہ ہی اسے شوہر سے طلاق لینے کا کوئی حق تھا، اس کو وراثت میں بھی کچھ نہیں ملتا تھا۔

اس کی حیثیت مال ومتاع کی سی تھی، جب اس کا شوہر مرجاتا تو لوگ اس کے وارث ہوجاتے، اس کی مرضی اور خواہش کو جانے بغیر خاندان کے ہر فرد کو اس سے شادی کرنے کا حق حاصل تھا۔

جب اسلام آیا تو جاہلیت کے دلدل میں پھنسی عورت کی شخصیت کو پہچان ملی، وہ اپنے مقام ومرتبہ سے روشناس ہوئی، چنانچہ اسلام نے عورت کو ایک معاشرتی اور سماجی وجود شمار کیا، جس کو اس کی ذمہ داریوں اور فرائض کے مناسب مقام ورمتبہ اور حقوق حاصل ہیں، چنانچہ سب سے پہلے اسلام ہی نے عورت کے ساتھ جاہلی برتاؤ کرنے سے ڈرایا اور "**اتقوا الله في النساء**" کا فرمان جاری کیا، اور پھر زندگی کے اندر عورت کی سماجی قدر و قیمت کو واضح کرنے کے لئے "**ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة**" کی آیت پیش کی (بقرہ: ۲۲۵)، مزید برآں نبی کریمﷺ کا یہ فرمان: "**خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي**" (الدارمی وابن ماجہ)، "**خياركم خيارهم لنسائهم**" (ترمذی)، عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور اس کے حقوق کو ادا کرنے پر ابھارا ہے، نبی کریمﷺ نے امت کو جو آخری پیغام

اور وصیت فرمائی ہے، اس میں فرمایا: "أیھا الناس اسمعوا قولی ...... استوصوا بالنساء خیراً" (سیرت نبوی ابن ہشام)، (لوگوں میری بات سنو اور عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو)۔ تو پھر کیوں شکایت پیدا ہوئی؟ اور کہاں سے عورت کو ظلم وستم سے نجات دلانے کی آوازیں اٹھیں؟

دراصل شروع شروع میں عورت کو آزادی دلانے کا نعرہ مغرب نے بلند کیا، اور یہ اس نفسیاتی قہر وغضب اور معنوی غلام کا نتیجہ تھا جس نے ایک طویل زمانہ سے مغربی عورت کو اپنے پنجے میں جکڑے رکھا تھا، یونانیوں کے زمانہ میں عورت عام حقوق سے بھی محروم تھی، کیونکہ اس وقت کا یہ قانون تھا کہ عورتوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، وہ پاگلوں اور بچوں کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتی تھی، یہاں تک کہ زمانہ قدیم میں عورت کو گری ہوئی نظر سے دیکھا جاتا تھا، دراصل یہی وہ وجوہات ہیں جس کی بنیاد پر عورت کو آزادی دلانے کی آوازیں بلند ہوئیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کے متعلق اس طرح کے تاثرات اور اس کو غیر متوازن اور غیر معتدل کسوٹی پر پرکھنا یورپ کو اہل مغرب اور اہل یونان کے عورتوں کے تئیں نفرت انگیز رجحانات سے ملے، مغربی قانون گیارہویں صدی عیسویں تک شوہر کو یہ حق دیتا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو بیچ سکتا ہے، چنانچہ اس قانون نے شادی کے حق کو اجارہ اور اعارہ تک محدود کر دیا تھا، دلچسپ بات یہ ہے کہ ۱۸۰۵ء تک انگریزی قانون مرد کو اپنی بیوی کو بیچنے کا حق فراہم کرتا تھا۔ فرانسیسی سول قانون سے بھی یہی پتہ چلتا ہے، یہ صورتحال ۱۹۳۸ء تک باقی رہی، اس کے بعد قانون کے اندر تبدیلیوں کے باوجود بیوی کے تصرفات پر بعض پابندی عائد تھیں، اس کو شوہر کی موافقت کے بغیر خرید وفروخت اور تحفہ وغیرہ دینے کا حق حاصل نہ تھا۔

یہی ظلم وستم اور رنج والم وہ طوفان ہے جو مغربی عورت کے معاشرے پر چھایا ہوا تھا، جس سے چھٹکارا پانے کی کوئی امید مغربی عورت کو دکھائی نہیں پڑتی تھی جس کی وجہ سے آزادی کے نعروں سے دھوکہ کھانے والی عورتیں مصیبت و پریشانی اور بربادی پر راضی ہوگئیں، جس کے نتیجہ میں مغربی معاشرہ کے اندر عورت ایک لطف اندوزی اور راحت وآرام حاصل کرنے کا محض ایک

سامان بن گئی، نہ تو اس کا کوئی گھر ہے اور نہ ہی کوئی شوہر اور بچہ۔

آج کے جدید دور میں مغربی عورت کے مسئلہ کی بازگشت نے ہمارے اسلامی ملکوں کو بھی آزمائش میں ڈال دیا ہے، دور جدید اپنے ساتھ اپنے افکار وخیالات اور اپنے معاشرتی حالات لے کر آیا ہے، جس سے ہمارا مسلم معاشرہ بھی متاثر ہوا، اس کے بعد ہمارے اسلامی ملکوں میں بھی چاروں طرف سے عورت کو بزعم خویش قدیم معاشرتی قیود وبندش سے آزاد کرنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں، اودھیرے دھیرے یہ معاملہ ایک پسندیدہ ان کا رخ اختیار کر گیا۔ یہاں تک کہ اسلامی روایات جدیدیت کے دلدل میں ڈوب گئی اور اسلامی اقدار وروایات افسوس اور پچھتاوے کی نشانی بن گئیں، صرف یہی نہیں ہوا بلکہ ان کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا، آزادی نسواں کے نعرہ ونظریہ کے شکار صرف آزادی نسواں کے علمبردار، جدت پسند اور ضعیف العقیدہ لوگ نہیں ہوئے جو آزادی نسواں کے مسئلہ کو سب سے زیادہ اچھال رہے ہیں بلکہ اسلامی اقدار وروایات سے محبت کرنے والے بھی اس کا شکار ہو گئے، اب صرف سامراجی بندشوں اور حقیقت مخالف غیر فطری عادت واطوار کی قید سے نجات کی بات نہیں کی جاتی ہے، بلکہ دین اور عقیدہ سے آزادی کی بات کی جاتی ہے جو دین سے دوری اور شریعت کو چھوڑنے دینے کا نتیجہ ہے، آزادی نسواں کے علمبرداروں کے دعوے کی بازگشت وقتاً فوقتاً سنائی دیتی رہتی ہے، اب تو آزادی نسواں کا مطلب ہی بے حیائی، بے پردگی، حقوق کا ناجائز استعمال، بداخلاقی اور بدمزاجی بن گیا ہے، آزادی نسواں کا مطلب یہ ہوکر رہ گیا ہے کہ عورتیں، مرد بن کر رہیں، عصمت وعفت سے عاری من مانی زندگی گزاریں۔

آج عرب ممالک کے علاوہ شریعت اسلام پر طنز وتعریض کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں، شاید معاشرہ اور سماج کی طرف سے قہر وغضب، بیگاری وبیکاری، بے عزتی وبدنامی کا شکار معاشرہ کی زیادہ تر عورتیں ان آوازوں کو سننے اور کان دھرنے پر مجبور ہیں، اس سلسلہ میں جو وجوہات بیا کی جاتی ہیں وہ معقول بھی ہوسکتی ہیں، لیکن کیا عصر حاضر کی عورت مردوں کے جس قہر وغضب

اور بغض وحسد کا شکار ہے اس میں کیا اسلام کا کوئی ہاتھ ہے، نہیں ہرگز نہیں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کے حالات کو بہتر بنانے اور ان کو آزادی دلانے کی کوشش کرنے والی تحریکوں اور ان کے افکار وخیالات اور اصول ومبادی نہ صرف یہ کہ اسلام کے متعلق ان کی واضح بے علمی کی تائید ہوتی ہے، بلکہ ان کے سامراجی مقاصد کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

ایک عربی ملک کے اندر ایک ایسی ٹیلیفون لائن کھولنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، جس کے ذریعہ سے عورت کو لاحق ہونے والی پریشانیوں کا جواب دیا جائے گا خواہ وہ پریشانیاں مرد کی ظلم وزیادتی کی وجہ سے ہوں یا طلاق ومیراث اور بچوں کی پرورش سے تعلق رکھتی ہوں، مزید برآں ٹیلیفون آپریٹرس اسلامی اقدار اور اس کے افکار وخیالات سے مقابلہ کرنے کے لئے تدبیریں بتائیں گے، یہ لندن ریڈیو کی ایک صبح کی خبر کا خلاصہ ہے۔

ہمارے بہت سے مسلم ملکوں میں عورت کو جن مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا ہے ہم اس سے چشم پوشی نہیں کر سکتے ہیں، باوجودیکہ اس کا الزام، اسلامی تعلیمات اور نظام زندگی کو دیا جاتا ہے، حالانکہ اسلام کے ملوث ہونے کے کسی بھی الزام کا پورے یقین اور طاقت سے ہم مقابلہ کر سکتے ہیں کہ مسلم اور غیر مسلم منصفین نے شریعت اسلام کے سائے میں عورت جو عزت وتکریم اور بلند مقام ومرتبہ ملا ہے اس کو تسلیم کیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ اسلام نے ہی عورت کو اصل فطری آزادی عطا کی ہے۔ آزاری رائے وآزادی عمل کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہے کہ یہی عورت ذات نبی کریم ﷺ سے بحث ومباحثہ کرتی ہے تو قرآن کریم انصاف کرتا ہے، یہی عورت آکر آپ ﷺ سے درخواست کرتی ہے کہ اس کو اور اس کی دینی بہنوں کو ایسے کام کرنے کا موقع دیا جائے جس کی ادائیگی کے لئے مرد اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، اور دونوں اجر وثواب میں برابر ہوں، یہی عورت امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کے پاس اس وقت آتی ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان خطاب کر رہے تھے، اور ان کو تلقین کر رہے تھے کہ وہ عورتوں کی مہر کو کم کریں تاکہ نوجوان شادی کر سکیں تو یہ عورت بول اٹھتی ہے کہ یہ غلط ہے اور امیر المؤمنین عمر فاروقؓ تسلیم کرتے ہیں اور کہتے

ہیں"**أصابت المرأة وأخطأ رجل**"۔

محققین ومصنفین کے اقوال اور ان کی تقریروں کو ہم دوبارہ اسی جگہ پیش نہیں کریں گے۔

اس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلام آج ہمارے زیادہ تر اسلامی ملکوں میں حاشیہ لگادی گئی ہے، اور سمٹ کر رہ گئی ہے، وہ کیسے عورتوں پر ظلم پر ظلم وزیادتی کرسکتی ہے، اس مسئلہ میں عجیب وغریب بات یہ ہے کہ ہمارے موجودہ معاشرے کے اندر جن حالات سے اسلام گذر رہا ہے، بالکل انہی حالات سے عورت بھی گزر رہی ہے، ہمارے ملک کے اندر اگر عورت پر ظلم وستم ہورہا ہے تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مسلسل بعض عرب مفکرین کی جانب سے فرعون پرستی اور عرب قومیت کی آگ بھڑکاتی جارہی ہے، اور جو غلط رسم ورواج اور گندی طبیعتوں اور ذہنوں کا ثمرہ، عورت پر ظلم وستم کی اسلام کے اندر کوئی گنجائش نہیں ہے، پھر بھی بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ اسلام کو عورت پر ظلم وستم کرنے کا طعنہ دیا جاتا ہے، ان مغرب زندہ عرب مفکرین پر ہر خاص وعام کی زبان پر جاری رہنے والی یہ مثال کتنی صادق آتی ہے، "**يقتلون القتل ويمشون فى جنازته**" (لوگ قتل کرتے ہیں اور پھر اس کے جنازے میں شریک بھی ہوتے ہیں)، آج جب کہ اسلام کا معاشرے کے اندر کوئی اثر نہیں ہے، وہ محض ایک قیدی کی زندگی گزار رہا ہے تو پھر عورتوں کے اوپر ظلم وستم میں اس کا قصور کیونکر ہوسکتا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: "**بل اتبع الذين ظلموا أهوائهم بغير علم فمن يهدى من أضل الله ومالهم من ناصرين، فأقم وجهک لدين حنيفاً، فطرة الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله، ذلک الدين القيم ولکن أکثر الناس لا يعلمون**" (الروم: ۲۹۔۳۰)۔

بے شک جو لوگ آزادی نسواں کے علمبرداروں کے احوال سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کا اصلی مقصد کیا ہے، وہ کیا چاہتے ہیں، وہ کیوں عورتوں کو نہ صرف دین بلکہ ان کے اعلی

روایات گھر، آل اولاد سب سے بھی آزاد کرانا چاہتے ہیں، یہ سب پکے چور ہیں، ان کی خواہش صرف اور صرف یہ ہے کہ عورت مرد کا صرف کھلونہ بن کر رہ جائے اور ان کی گود میں آ گرے، یہ لوگ ہمارے اجتماعی امن وامان کو لوٹ رہے ہیں، اور ہماری عزتوں سے کھیل رہے ہیں، وہ وقت دور نہیں جب ہمارے ہونٹوں پر سچی مسکراہٹ نہ ہوگی اور ہماری عزت وشرافت پر ذلت ورسوائی کا دھبہ لگ چکا ہوگا، ہماری عصمت وعفت کی چادر تارتار ہورہی ہے، یہ لوگ آزادی نسواں کے نام پر یہی چاہتے ہیں، ورنہ آزادی نسواں کا اور کیا مطلب ہے، مغربی عورت کی آزادی کی وجہ سے جو واقعات وحادثات رونما ہورہے ہیں وہ صرف صرف ان ظاہری ومادی حقوق کی پیداوار ہیں جو اس نے حاصل کیا ہے، لیکن مجھے کوئی بتائے کہ عورت کا کونسا خواب پورا ہوا ہے سوائے اس کے کہ اس نے اپنے اخلاق اور اپنی روایات کو چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہر طرح کے اصول وضوابط اور قیود وپابندی سے آزاد ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے ازدواجی خیانت اپنے عروج پر ہے، بچوں سے زناکاری عام ہے، اس نام نہاد آزادی کے بعد کیا عورت کو باعزت زندگی نصیب ہوئی، کیا اس کی ذات اور اس کی شخصیت کو واقعی اہمیت حاصل ہوئی؟

مشرقی مسلم ممالک میں عورت پر ہونے والے ظلم وستم سے اسلام کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے، پچھلی صدیوں میں جب بھی عورت پر ظلم ہوا یا وہ کسی مصیبت اور پریشانی کا شکار ہوئی تو ہمیں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس نے عورت کی مدد ونصرت کے لئے آگے بڑھنے کی آواز لگائی ہو، لیکن اسلام میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، دونوں زندگی کے اس سفر میں اپنی فطرت اور طبیعت کے مطابق کام کررہے ہیں، ہماری عورتوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ اسلام کو سیکھنے اور اس کی تعلیمات تمام ملکوں میں پھیلانے اور عام کرنے کی طرف توجہ دیں، اس طرح ان کے حقوق کو لوگ تسلیم کریں گے، اور ان کے اوپر عائد ذمہ داریوں سے لوگ واقف ہوں گے، جس کی وجہ سے ہماری زندگی کی گاڑی صحیح راستہ پر آجائے گی اور ہم اپنے دین کے صدقہ طفیل میں کامیاب وکامران ہوجائیں گے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”من عمل صالحاً من ذكر أو

أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون"(سورۃ النحل:۹۷)۔

اس اجتماعی تاریکی میں اسلام ہی ایک ایسا دستور حیات ہے جو امید کی کرن بن کر چمک رہا ہے، جس کے ذریعہ سے عورت اپنی کھوئی ہوئی عزت وشرافت اور اپنی شخصیت کو دوبارہ حاصل کرسکتی ہے، اس دستور اور طریقہ حیات کے اندر عورت ایک اہم ذمہ داری کی حامل ہے اور اس کا بہت بڑا رول ہے، اقدار وروایات، افکار ونظریات اور اصول ومقاصد کے مقابلہ میں عورت اسلام کے اندر ہی اپنی قیمت اور اپنے بلند مقصد سے روشناس ہوتی ہے، سب سے زیادہ تکلیف دہ اور جذبات واحساسات کو ٹھیس پہنچانے والی بات یہ ہے کہ مسلم عورتیں اپنے راہ حائل رکاوٹوں اور پھندوں کو دیکھے بغیر مغربی رسم ورواج کی شرمناک حد تک پیروری کررہی ہیں، جبکہ اسلامی قانون کی کامیابی وکامرانی اور اس امت کی بیداری اور ترقی عورت کی ذات پر ہی منحصر ہے، اسلام نے اس سلسلہ میں عورت پر بھروسہ کیا ہے، تو کیا اب بھی مسلمان بہنیں اسے متنبہ نہیں ہوں گی۔

قدر شحوک لأمر لو فطنت له رفقاً بنفسک أن ترعى مع الجمل

(کسی کام کے لئے لوگوں نے تیار کیا ہے اگر جان لو تو کھیل کے ساتھ جانوروں کو چرا کر اپنی حفاظت کروگے)۔

عورت کے مسئلہ میں اسلام کو لعن طعن کرنا اور اس کو متہم کرنا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، کبھی اسلام کو دشمنی وعدوات میں متہم کیا جاتا ہے اور کبھی مرد وزن اور نیکی وبرائی کے مفہوم کے درمیان خلط مبحث اور جہالت کی وجہ سے متہم کیا ہے، قابل توجہ بات یہ ہے کہ ہمیں بیکار اور بے فائدہ بحثوں میں صرف عمروں کو برباد کرنے اور بے فائدہ کاموں میں محنت صرف کرنے کے لئے الجھایا جارہا ہے، جس کی وجہ سے عصر حاضر کے ساتھ چلنے کے تمام مواقع ہمارے ہاتھوں سے نکل رہے ہیں، اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے اسباب ہمارے ہاتھوں میں برباد وضائع ہورہے ہیں۔

عورت اسلامی بیداری اور مغربیت کے درمیان

غازی التوبہ (فلسطین)

یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے کہ اسلام نے عورت کی بہت زیادہ تکریم کی ہے، اور اس کو عزت سے نوازا ہے، اسلام نے عورت کے حقوق کی حفاظت کی اور اس کے مقام کو بلند و بالا کیا، عورت بیٹی ہو کہ بہن، بیوی ہو کہ ماں ہر حالت میں اس کی حفاظت کی ہے، متعدد آیات کریمہ اور احادیث مقدسہ اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ آپ ﷺ نے عورتوں کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "رفقاً بالقوارير " (دیکھو آبگینوں کو ٹھیس نہ پہنچے)، یہ عورت کے ساتھ انتہائی لطف و مہربانی کرنے کی تشبیہ ہے)۔

اسلام نے اس شخص کو ثواب عظیم کا حقدار قرار دیا ہے جو اپنی دو بیٹیوں کی اچھی طرح پرورش کرتا ہے، اس کے لئے جنت کی بشارت ہے، ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ "من أحق الناس بحسن صحبتي" (میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "أمک" (تمہاری ماں)، صحابی نے پھر عرض کیا، اس کے بعد کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تمہاری ماں"، صحابی نے تیسری بار دریافت کیا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں، چوتھی بار دریافت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے والد، قرآن کریم نے عقد نکاح کی طرف میثاقاً غلیظاً کی عبارت سے اشارہ کیا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"وكيف تأخذونه وقد أفضى بعضكم إلى بعض وأخذن منكم ميثاقاً

غلیظاً" (النساء:۲۱)۔

تعلیمات نبوی، احکام وفرمانی اور اسلامی ہدایات ومنہیات ہی کا نتیجہ تھا کہ اسلامی تہذیب کی عمارت دو مضبوط ستون پر کھڑی نہ ہوتی تو ہرگز عورت کو یہ مقام نہ دیتی اور اسلامی تہذیب کی عمارت تیرہ صدیوں تک باقی نہ رہتی۔

پھر انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں سامراج اور مغربیت کا طوفان آیا، جس کا مقصد ہمارے وطن سے غلط فائدہ اٹھانا اور ہمارے معاشرے کو جڑ سے اکھاڑنا، ہماری امت کی شناخت اور پہچان کو مسخ کرنا تھا، اس طوفان کے ذریعہ آزادی نسواں کا اظہار خوب زور وشور سے ہوا جس کا مقصد یہ تھا کہ عورت کو برباد کردیا جائے، اور عورت کو ہر طرح کے اخلاق اور اعلی اقدار وروایات سے آزاد ہوجائے، ان چیزوں کو' قاسم امین، سلامہ موسی اور نوال سعداوی' نے خوب مزین کرکے پیش کیا ہے، اور گندہ ادب اور فتنہ کے دائرہ کو وسیع کرنے اور اسے بڑھانے میں حصہ لیا۔

سامراجیت اور مغربیت کے طوفان اور اس کی لہر کو پلان کرنے والوں کو یہ وہم ہے کہ ہمارے معاشرے اور سماج کے اندر عورت ہی کمزور رکن ہے، ان کو یہ گمان تھا کہ عورت کو ترجیح دینے سے وہ کم سے کم کوشش کے بدلہ میں زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرلیں گے، لیکن اللہ تعالی نے ان کے خیال خام کو ناکام بنادیا، چنانچہ جب علماء کرام نے اس سامراجیت اور مغربیت کے طوفان کو روکنے کے لئے امت کو دعوت دی تو ایک ایسی اسلامی بیداری پیدا ہوئی جس نے سازش کرنے والوں کی پوری بساط ہی الٹ دی اور وہ حیران وششدر رہ گئے، عورت کا دوبارہ حجاب کی طرف لوٹنا یہ اسلامی بیداری کا واضح ثبوت ہے، جس سے ہمیں یہ یقین ہوتا ہے کہ اس امت کے اندر پوشیدہ خیر اس کے اندر کی برائی اور بگاڑ سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

اب مغرب امت کی بنیاد کو ہلانے اور اس کے ڈھانچے کو کمزور کرنے کے لئے ایک دوسرا راستہ اختیار کررہا ہے، اور وہ اقوام متحدہ ہے، جس کے نتیجہ میں قاہرہ، بکین اور اسطنبول کے

اندر کچھ سالوں میں خاندان اور عورت کے موضوع پر کئی کانفرنس منعقد ہوئیں، جس میں عدل وانصاف کی بنیاد پر عورت اور خاندان کے متعلق قوانین میں تبدیلی اور آزادی کے نام پر جنسی بے راہ روی کی بات کہی گئی، اور اس کی دعوت دی گئی۔

بیسویں صدی کے آغاز سے ہماری تہذیب اور امت مسلمہ کے خلاف کی جانے والی اہل مغرب کی سازشوں کو اگرچہ اسلامی بیداری نے ناکام بنادیا ہے، لیکن اہل مغرب ہمارے معاشرہ کی پستی اور زوال کو بڑھانے کے لئے مسلسل عورت پر بازی لگارہے ہیں، اس بات کی تائید ایک مستشرق عالم برنارڈ مویس نے اپنے ایک حالیہ مقالہ میں کی ہے، اس نے کہا ہے کہ یورپ مشرق وسطی میں امریکہ کی مرضی کے مطابق مکمل تبدیلی پیدا کرنے کے لئے تین چیزوں کی بازی لگارہا ہے اور وہ اسرائیل، ترکی اور عورت ہیں (یورپ وامریکہ، ترکی میں بازی ہار چکے ہیں: مترجم)۔

گذشتہ تاریخی تجربوں سے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلامی معاشرہ کے اندر کسی بھی طرح کی تبدیلی کی کامیابی اسی وقت ممکن ہوگی جب تبدیلی اسلام کے وضع کردہ اصول ومبادی سے میل کھارہی ہوگی اور اس سے مربوط ہوگی، ہماری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ہم ان تجربوں کو اپنے سامنے رکھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، اور اگر معاشرہ کے اندر کوئی تبدیلی کرنا چاہیں یا کچھ بنانا چاہیں تو انہی تاریخی تجربوں پر عمل کریں۔

مغرب کو اگر اس بات کا اصرار ہے کہ وہ ہمارے معاشرے کو برباد کرنے کے لئے عورت کو بنیادی ہتھیار کے طور پر استعمال کریں گے تو اسلامی بیداری بھی اس بات کی خواہش مند ہے کہ عورت ہماری امت کی مکمل اصلاح کا ذریعہ ہے، انشاءاللہ جس طرح اسلامی بیداری گذشتہ مرحلوں میں کامیاب وکامران ہوئی اسی طرح آنے والے مرحلوں میں بھی فتح وکامرانی سے سرفراز ہوگی۔

اسلامی ملکوں اور یورپین ممالک میں عورت کی حالت کا موازنہ

اسامہ احمد البدر (کویت)

تمہید:

اس تحقیق کا مقصد ان مسائل کو جاننے اور ان کی تہہ تک پہنچنے کے لئے نہیں ہے جو مسائل فقہی کتابوں کی متن میں عورتوں کے احکام مذکور ہیں، اسی بنیاد پر اس کے مطالب کو مختصراً ذکر کیا گیا، مغربی قوانین کے افراز واخراج سے کوئی تعرض نہیں ہے، ہمارے قوانین جو مندرجہ ذیل میں عورتوں کے متعلق مذکور ہیں، وہ صرف اور صرف مشرقی نقطہ نظر سے ہے جہاں جدید ترین سماجی پیغام کا مخزن ہے، اور اس مغربی نقطہ نظر سے ہے جہاں مسلسل اسی فلسفے میں ملوث ہیں، جو اس کے مقام ومرتبہ اور ان کی حیثیت کے درمیان ایک موازنہ تک محدود ہے، موازنہ کے بعد ہم ذکر کریں گے کہ اگر وہ عورتیں بہتر ہیں تو ہم ان کو شکر گزار ہوں گے، اور اگر وہ ہمارے نہج اور راستے پر نہیں ہیں تو انہیں چاہئے کہ صراط مستقیم کی اتباع کریں۔

مغربی نقطہ نظر کی بنیاد:

خواتین کے تئیں مغربی تہذیب کی بنیاد مجموعی طور پر مغربی زندگی کے تاثرات سے ماخوذ ہے جسے سمجھتے ہیں کہ زندگی صرف دنیا کی ہی زندگی ہے، اور گمان کرتے ہیں کہ اس کی غایت وہ ہے جس کی انسان کو دنیاوی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے اور وہ متعہ ہے، متعہ نام ہے جسمانی لذت اور لطف اندوزی کا، وہ لوگ یہ بھی گمان ہیں کہ ان سامان لطف اندوزی اور دلچسپی میں سے

(مع شراب اور طبعی برائیوں کے) سب سے بہتر خواتین ہیں۔

ان لوگوں کا تصور اور خیال ہے کہ لطف اندوزی اور لذت حاصل کرنے میں مال اور آزادی کا سب سے بڑا رول ہے، ان میں بھی خاص کر آزادی کو ترجیح دیتے ہیں، ایک مرد کی آزادی ایسی آزادی ہے وہ اپنی ذات پر جائیداد کو جس طرح چاہے استعمال کرے، لیکن واضح رہے کہ دو شرطوں کے تیئں یہ قانون یعنی تصرف کرنے کی آزادی حاصل نہ ہوگی، ایک یہ کہ ایسی عداوت اور دشمنی ہو کہ اس سے ضرر لاحق ہو، دوسرا یہ ہے کہ اس کے اوپر ٹیکس کی ادائیگی ہو۔

پورے عالم میں مغرب ان تینوں چیزوں میں یعنی متعہ، مال اور حریت میں شہرت یافتہ بن گیا، جس کا ہم لوگ مشاہدہ بھی کر رہے ہیں، تنگ دستی، محرومی اور ظلم کے عالم میں ان چیزوں نے نئی نئی چیزوں کو وجود بخشا جو وہم وگمان اور تخیلات کے زیادہ قریب ہیں۔

خواتین اس نقطۂ نظر سے مرد کے مساوی ہیں، وہ اپنی ذات اپنی صلاحیت وکمالات کے تیئں مطلق آزادی کی بنا پر مع ان دو شرطوں کے (جو اوپر مذکور ہے) لطف اندوزی حاصل کر سکتی ہے۔

جب متعہ کا دارومدار مال کے ساتھ ملحق کر دیا گیا تو ایک زبردست لڑائی جھڑ گئی اور مال وزر کے متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگیں، ایسے پر آشوب ماحول میں ان کے لئے مع خواتین کے نشہ آور چیز کے علاوہ تمام چیزوں کی تجارت حلال ہوگئی، ان لوگوں نے صرف خواتین سے لطف اندوزی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی تجارت بھی کی، وہ ایک ایسے سامان کے مانند تھی جس پر سامان کی صنعت کاری میں اس عنصر کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی بھی پروگرام ہو چاہے وہ سیاحت کا ہو یا فلم انڈسٹری، خواتین کی شرکت کے بنا وہ پروگرام وجود میں آ ہی نہیں سکتا، یہ خواتین اس عنصر کے مانند تھی اور ہیں جس کے بنا کسی چیز کی شکل نہیں دی جا سکتی، ان کی شکل دینے میں خواتین کا بہت ہی اہم رول ہوتا ہے، مندرجہ ذیل میں خواتین کے اعلی مقام ومرتبہ اور صلاحیت وکمالات کا تذکرہ ہے۔

خواتین کا طبعی طور پر ہی خیر مقدم کیا گیا ہے، ان مصنوعات کا دارومدار عورت اور اس کی صلاحیتوں اور کمالات پر منحصر ہے، اسے وہ چیز عطا کی گئی کہ جو اس کے تئیں لطف اندوزی کے لئے لازم اور ضروری ہے، یہ ہر فرد بشر کے لئے سب سے پہلی غایت اور مقصد ہے، اسے صرف ایسی شہرت ہی نہیں بخشی گئی جس سے انسانی نفوس اس کی طرف مائل ہوتے ہیں بلکہ اسے ان تمام چیزوں میں اقتداء وقوت اور اثر ورسوخ عطا کیا گیا تاکہ وہ سنگین قرار داد کے باوجود اپنی صلاحیتوں اور کمالات کے تئیں خوشی اور شادمانی میں ان کے اوقات زندگی گذرے، اس کے لئے لوگوں کے سامنے نئے نئے مسحور کردینے والے رول پیش کرنے کے لئے اخلاقیات کے مفقود ہونے کی وجہ سے آسان ہوگئے، اس کردار کی بنا پر خاندان اور مقامی کمیونٹی میں صرف دراڑ پیدا نہیں ہوئے بلکہ پورے عالم میں اسے معیوب گردانہ جانے لگا، اس کے اس فعل میں اس کے منشا کے مطابق اسے مکمل آزادی دی گئی، الا یہ کہ اس کے تئیں کوئی ایسا معاملہ صادر ہوجائے جو ان کے قانون کے مطابق دوسرے کے ساتھ ضرر اور نقصان کا باعث ہو۔

مغربی نقطہ نظر کی بنیاد پر جب خواتین مقید ہوگئیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا عزت واحترام اس کے لئے متعہ کے تحت مرد سے بڑھ گیا، اس کی صرف خواتین ہی کچھ مخصوص زمانے میں مخصوص اوصاف کے تئیں صلاحیت وکمالات کے حامل ہوئی ہیں، سخت سے سخت معیارات کے مطابق اس نے اپنی زندگی گذاری تو کامیابی ملی اور یہ کامیابی مال، شہرت، اور عزت واحترام کے نتیجے میں حاصل ہوئی، اور اگر اس نے اپنی صلاحیتوں اور کمالات کو ضائع کردیا تو اسے چاہئے کہ اپنی نیت کے مطابق اپنا مشغلہ طے کرے، اور اس کے لئے بدبختی ہے جیسا کہ فرد بدبخت اور نافراد ہوتا ہے، لہذا وہ لطف اندوزی کے لئے وہ طریقہ کار اپنائے جو اس کے موافق ہو۔

اس عزت واحترام یعنی عورت کے تئیں مغربی تکریم کو اس تجارتی مفہوم سے منسلک ہونے کی بنیاد پر ترک کردیا جو جوہاں کے پوری قوم پر پردہ ڈالتی ہے، لہذا ہم اس مخصوص اور ایسی تکریم کا خاص شرائط کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں، جس کا ہم نے مندرجہ بالا میں ذکر کیا۔

مغرب میں عورت کی تکریم ایسی تجارت سے جڑی ہوئی ہے جو وہاں کے لوگوں پر مسلط ہے، اسی وجہ سے ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ ان کی تکریم نسبی اور محدود عمر کے ساتھ کچھ خاص شرائط میں پروئی ہوئی ہے۔

یہاں پر اس نقطہ بالذات کی طرف توجہ اپنا ایک خاص امر ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر عورت کے ساتھ لفظ تکریم کا متصف کرنا صحیح اور درست ہے تو وہ متعین مدت کے اعتبار سے صحیح اور درست ہے، درانحالیکہ مغربی عوام اس مفروضہ مدت کو معلوم کرتی تھی، کیونکہ مفروضہ مدت کے ختم ہو جانے کے بعد عورت کی صلاحیت ولیاقت، عزت واحترام اور مقام ومرتبہ بھی ختم ہو جاتا تھا، مشتری کی جانب سے مفروضہ مدت کے اندر اندر زیادہ قیمت دینے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا تھا، ورنہ مدت اور اس کا کیریئر کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے وجود کو کوئی محسوس بھی نہیں کرتا، اور نہ ہی کوئی اس کی عزت واحترام کو تسلیم کرتا تھا۔

مغرب میں خواتین کی تین اہم فوائد اور خصوصیات کی بنیاد پر تکریم اور عزت واحترام کیا جاتا ہے، پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ مرد کے لئے سکون فراہم کرتی ہیں، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عورت سے مادی راحت وآرام ملتا ہے، تیسرا مفروضہ مدت تک اس سے لطف اندوزی ہونے کی صورت میں جن کا مندرجہ بالا میں ذکر کیا گیا ہے۔

مشرق کے حالات کو قلمبند کرنے سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مشرق میں عورت کی صورتحال بہتر ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ یہاں پر ایسی تعلیم ہی دی گئی ہے کہ جسے دیکھ کر آپ کہیں گے کہ مشرق میں عورت کی صورت حال بہت بہتر اور اچھی ہے، لیکن وہاں کی تنگ دستی اور بدحالی بدقسمتی کی بنا پر ہے اور ہمارے لئے ذرائع ابلاغ خاص کر سنیما وہ بدحالی اور تنگ دستی کی جڑیں ہیں جہاں پر مرد وعورت مساوی طور پر شریک ہوتی ہیں، اور یہ بدحالی سب سے پہلے مرد پر آتی ہے پھر اس کے آثار آہستہ آہستہ عورت پر رونما ہونے لگتے ہیں، اسی طرح یہ بدحالی اور تنگ دستی پورے عالم میں عام ہو جاتی ہے ویسے تو اس کے اسباب بہت ہی کثیر ہیں لیکن اس کی

تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔

مشرقی نقطہ نظر کی بنیاد:

مشرق میں عورت کے بارے میں ہمارا نظریہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے، اور اسی نظریہ کے پیش نظر خواتین اپنی عزت وآبرو اور اپنے بلند مقام ومرتبہ کی حفاظت کرتی ہیں، ان کی مخصوص چیزوں کی بنیاد پر انہیں عزت ومرتبہ اور فضیلت وفوقیت سرفراز کیا گیا ہے، یہ مقامات ان کی صلاحیت وکمالات اور شکل وصورت کی بنا پر نہیں حاصل ہیں، بلکہ عورت کی تکریم ابتداء ہی سے ہمارے لئے لازم اور ضروری ہے، اسی لئے کہ وہ بھی آدم علیہ السلام کی مخلوق میں سے ہیں، یہی وہ شہادت ہے جس کی بنا پر عورت کی تکریم ہمارے لئے لازم اور ضروری ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اپنی اس مخلوق کے مقام ومرتبہ اور حیثیت کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا ہے: "**ولقد کرمنا بنی آدم**" (سورہ اسراء: ۷۰)۔

جاننا چاہتے ہیں کہ یہاں پر اس مسمی یعنی بنی آدم کا اطلاق مرد وعورت دونوں پر ہے۔

عورت کی تکریم اس بنا پر بھی کی جاتی ہے کہ وہ ایک انسان ہے جسے اللہ تبارک وتعالی نے اس روئے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: "**وإذ قال ربک للملائکة إنی جاعل فی الأرض خلیفة**" (سورہ بقرہ: ۳۰)۔

ہمارا نظریہ مشرق کے بارے میں ہے کہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی بیوی کا عزت واحترام کرتے ہیں، بایں معنی کر کے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اسے ایک جاندار یعنی آدمؑ سے وجود بخشا، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"**یا أیها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساء**" (سورہ نساء) (اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس سے تم کو ایک جاندار یعنی آدمؑ سے پیدا کیا (یعنی جس نے تم کو آدمؑ سے وجود بخشا) اور اسی

سے جوڑا بنایا اور پھر ان سے مرد اور عورت کو دنیا میں پھیلایا)۔

اس لئے ان کے مابین تفاضل کرنا درست نہیں ہے، ہاں بقدر ضرورت کیا جاسکتا ہے۔

عورت کی تکریم اس معنی کر کے بھی کی جاتی ہے کہ عورت مرد کے مانند ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، "**والشقيق صنو شقيقه لا يظلمه ولا يتعالى عليه في كل الأحوال**"۔

عورت کی تکریم کی تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ نزاکت و لطافت سے متصف ہے، وہ مرد کی طرح بھاری وزنی چیزوں کو نہیں اٹھا سکتی ہے، وہ گھر کی زینت اور مکرم ہے، اس کا رزق محبت اور ہمدردی کے پیش نظر عطا کیا جاتا ہے، ان سے انسیت اور محبت کی دلیل یہ عکاسی کر رہی ہے کہ ان کی حریر، سونا اور چاندی سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ وصیت فرمائی ہے کہ وہ خواتین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں، حدیث شریف میں عورتوں کی عفت و پاکدامنی، عزت واحترام اور اس کی حفاظت کی جیسی بہت سی مثالیں مذکور ہیں، مثال کے طور پر ایک حدیث مندرجہ ذیل میں مذکور ہیں۔

"**عن عائشة رضي الله عنها أم المؤمنين روت أن رسول الله ﷺ إذا كان في بيته كان يقوم على خدمة أهله.... حتى إذا حضرت الصلاة ترک ومضى فيها أيضاً أنه كام يكرم زائرات زوجته ويقوم على ضيافتهن**"۔

آپ ﷺ اشرف المخلوقات تھے، رسولوں کے سردار، فوج کے سپہ سالا اور اپنی پوری امت کے قائد تھے، سیرت نبوی پوری امت کے لئے ہدایت اور اللہ کے متقرب بندہ بننے کا منبع ہے، وہ سنت نبوی پر عمل پیرا ہو کر اپنے مولائے حقیقی کا متقرب بندہ بن سکتا ہے، اور جنت حاصل کر سکتا ہے۔

ہمارے دینی نقطہ نظر کے مطابق عورت اپنے باپ کی امانت ہے، باپ اپنی اولاد (لڑکی) کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کا معاملہ کر کے جنت حاصل کر سکتا ہے اور جہنم رسید بھی جبکہ وہ اس کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ کرے، جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے: "**من كانت**

له كريمتان فرباهما فأحسن تربيتهما أدخلتاه الجنة''، تو کیا ان کے لئے جنت سے بڑی کوئی اور چیز ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں ہوسکتی، لہذا انہیں اپنی اولاد (لڑکی) کے ساتھ حسن سلوک اور خیرخواہی کا معاملہ کر کے جنت حاصل کرنی چاہئے۔

دین حنیف کے احکام میں عورت نے ماں کی جنت سے جو ادب واحترام حاصل کیا ہے، اور اسلام نے ماں کی عظمت شان اور علو مکان کا جو احساس دلایا ہے، اس کا لفظوں میں احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

دین حنیف نے عورت کو ماں بنا کر اس کو وہ سرمایہ عطا کیا ہے جسے اس کے علاوہ کسی اور نے نہیں دیا ہے، جبکہ مغرب والوں نے اور اس کے متبعین نے سالانہ ایک دن ''میلے کے طور پر'' اس کے لئے مختص کیا ہے جسے عید الام، عید الحب، مدر ڈے اور ویلنٹائن ڈے وغیرہ جیسے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، جبکہ دین حنیف یعنی اسلام نے ماں کے قدموں تلے جنت بنایا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

دین حنیف نے نیک صالح انسان کی پہلی ترجیحات میں سے ایک دن کے ہمراہ کر دیا ہے، میں اس کی تفصیلات میں ہرگز نہیں جانا چاہتا، اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے لئے بدیہات میں سے ہوگئی ہے۔

عورت نے اسلام میں ماں کی حیثیت ومرتبہ سے جو عزت ورفعت اور قدر ومنزلت پائی اور مسلمانوں کے دلوں میں ماں سے محبت وعقیدت جو جذبہ پیدا کیا ہے اس کا اظہار اسلامی ادب کے اندر بھی ہوتا رہتا ہے، نثر وشعر کی بہت بڑی مقدار آپ کو ملے گی جس میں ادیبوں نے ماں کی عظمت وجلالت کے موضوع پر والہانہ انداز میں لکھا ہے اور شعراء نے ماں کی شان میں قصیدے کہے ہیں، جب کہ باپ کو وہ عزت ومنزلت نہیں ملی ہے جب کہ مسلمانوں کے شعور ووجدان میں ماں، بیوی اور بہن کی حیثیت واہمیت ہر لحہ جاگزیں رہتی ہے، سن وعمر کی اس میں کوئی قید نہیں اور نہ ہی اوصاف وکمالات اور حسن وجمال کا کوئی تصور ہے، ''ماں'' بس ماں ہے یہی انسانیت کا وہ بلند

مقام ہے جس پر فائز ہوتی ہے اس کے دل میں ہر بچہ کی ممتا و محبت کا دریا بہتا ہے جس کے سبب ایک مومن بندہ ماں کی عظمت وجلالت کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے، آخر عورت ہی تو ماں، بیوی، بہن کے بلند درجہ پر اسلام کے صدقہ میں فائز ہوتی ہے۔

آخر میں یہ بھی ذہن نشیں کرتے چلیں کہ شریعت اسلامیہ نے صرف ماں ہی نہیں بلکہ دادی، نانی کے درجہ پر فائز عورت کی تکریم وتوقیر اور اطاعت وفرمانبرداری کا جو التزام کیا ہے وہ دوسری قوموں میں مفقود ہے، کیونکہ مغربی معاشرہ میں ضعیفہ دادی اور نانی سے کوئی نفع حاصل ہونے والا نہیں وہ خاندان کا ایک بوجھ بن جاتی ہے جب کہ مغربی معاشرہ میں اصل مادی منفعت ہے یہی وہ ایندھن ہے جو یورپ میں قوم کو حرکت میں رکھے ہوئے ہے جس ذات سے یہ منفعت مفقود ہوجاتیہے وہ بیکار شئی بن جاتی ہے پھر عمر رسیدہ افراد کا ٹھکانہ (خواہ دادا، نانا ہوں یا دادی اور نانی ہوں) بوڑھوں کی پناہ گاہ یعنی اولڈ مین ہاؤس ہوتا ہے خاندان کے افراد واولاد بوڑھوں کو ان پناہ گاہوں میں شفٹ کر دیتے ہیں اور ان کے وجود سے چھٹکارہ حاصل کر لیتے ہیں یورپ میں ہر ملک اور ہر شہر میں بوڑھے لوگوں کی پناہ گاہیں موجود ہیں۔

اسلامی معاشرہ اور خاندان میں یہی بوڑھی خواتین لطف ومہربانی کا مرکز ہوتی ہیں معصوم بچے جب اپنے والدین کو دیکھتے ہیں کہ وہ بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں کی عزت کرتے ہیں ان کے سامنے ادب واحترام کرتے ہیں تو محبت واطاعت کا یہی جذبہ ان کے اندر بھی پیدا ہوتا ہے، اس کا عکس بچوں کی زندگی پر پڑتا ہے، دادی اور نانی درحقیقت محبت وعقیدت کا محور اور خاندان کے ہر چھوٹے بڑے کی فرحت ومسرت کا مرکز ہوتے ہیں اس وقت گھر کا منظر عید جیسا ہوتا ہے جب کبھی بوڑھی نانی آتی ہے سب اس کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں جب تک قیام رہتا ہے ایک جشن جیسا ماحول ہوتا ہے، عرب ادب ہو یا اردو ادب اس میں دادی اور نانی کا پیار وکردار بچوں کی تربیت میں سب سے ممتاز نظر آتا ہے دادیاں نانیاں رات کو قصے سناتی ہیں، بچے بچیاں دادی، نانی کی خدمت کرتے اور ان کے احکام کی تکمیل کرتے نظر آتے ہیں، شاعر کہتا ہے:

راجا رانی، گڈا گڈی اور پریوں کی کہانی
بچوں کے جھرمٹ میں سنائے بیٹھ کے بوڑھی نانی

ایک روح پرور انسانیت سے بھرپور منظر ہے جو اسلام نے ایک عورت کو دیا ہے کہ دادی اور نانی کے کردار میں وہ کتنی محبوب ہستی بن جاتی ہے۔ دوسرا یورپ کا وہ انسانیت سوز اور قابل نفرین منظر ہے کہ جب عمر دراز مرد و خواتین کو اولاد کی خدمت کی ضرورت ہے تو اولاد اس کو گھر سے نکال باہر کرتی ہے ان کا ٹھکانہ بوڑھوں کا مرکز اور پناہ گاہ ہوتا ہے پھر اولاد مڑ کر بھی ان کو دیکھنے نہیں جاتی بس فیس ادا کرتی رہتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ رفاہی تنظیمیں ان لاوارث بوڑھوں کی کفالت کرتی ہیں اور مرنے پر تجہیز و تدفین کرتی ہیں۔

جبکہ اسلام میں عورت اپنی ولادت کے دن سے وفات کے دن تک ہر ہر مرحلہ میں اپنے مانتے چاہتے اور قدر کرنے والوں کی ایک فوج پاتی ہے کبھی بچی کی حیثیت سے گودوں میں کبھی جھولوں میں جھلائی جاتی ہے، لڑکی اور بہن کی حیثیت سے تعلیم و تربیت اور امور خانہ داری سے آراستہ کی جاتی ہے، بیوی کی حیثیت سے گھر کی مالکہ اور شوہر کی عزت و آبرو ہوتی ہے، ماں کی حیثیت سے اولاد کی خدمت گزاری و فرمانبرداری سے سرفراز ہوتی ہے اور دادی و نانی کی حیثیت سے پورے خاندان کی مربیہ اور سرپرست بن جاتی ہے۔

عورت، شرف و فضل کی بلندی پر:

بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہوتا رہتا ہے کہ کیا عورت کو حقیقت میں وہ بلند درجہ عملاً حاصل ہوتا ہے جو اسلامی دستور و قانون میں پایا جاتا ہے یا یہ صرف ایک نظریہ ہے جو مثالی تصور کے طور پر اسلام نے عورت ذات کے پیش کیا ہے جس کے چوتھائی حصہ پر عمل کرنا بھی مشکل ہے۔

ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کے نزول کے دن سے لے کر آج کے

دن تک، مسلم معاشرہ کی صورت حال، عورتوں کی مختلف حالت وحیثیت کے اعتبار سے اس کی تعظیم وتکریم اور توقیر وفرمانبرداری کے روشن واقعات سے بھری ہے۔ ہم نے اسلامی تعلیمات اور نبوی ہدایات کی جو میراث پائی ہے اس کا یورپ وامریکہ کے لوگوں کا مطلق احساس نہیں ہے کہ ان تعلیمات وہدایات نے عورت کو اس کے مختلف ناموں جیسے ماں، بیوی، بہن، بیٹی کی بدولت کتنا محفوظ ومامون بنادیا ہے اور اس کو شرف وفضل کے کس رفیع الشان مرتبہ تک پہنچادیا ہے جہاں پر اس کو کسی بھی حیثیت سے ادنی درجہ کی تکلیف نہیں پہنچ سکتی نہ ان کی جان ومال کو خطرہ ہے اور نہ ہی اس کی شہرت وعزت اور عرفی حیثیت پر آنچ آسکتی ہے، ہم مشرقی مسلمانوں میں ان تمام حیثیتوں میں عورت کی عزت وحفاظت کا جو دینی شعور پایا جاتا ہے اس کا اہل یورپ میں ادنی سا تصور بھی نہیں پیدا ہوتا۔ مشرقی مسلمان باشندوں کا یہ شعور تقدیس کی حد تک ہے جو مومن فرد کے عقیدہ کی بدولت اس کے وجدان سے منسلک اور اس کی مردانگی سے وابستہ ہے یہاں تک کہ عورت کے تقدس سے گزر کر اس کی حرمت تک پہنچ جاتا ہے، ماں ایک مقدس ہستی ہے بیوی ایک محبوب ذات ہے بہن ایک محترم وجود ہے جس کی حرمت وعزت، ہر مومن فرد کی عزت ہے بہن کے تصور سے پاکیزہ جذبات وابستہ ہیں۔

شرف وفضل کا یہ مقام کسی قوم نے عورت کو اس کے مختلف ناموں کے ساتھ نہیں عطا کیا ہے، اور یہی شعور ووجدان جو مشرق والوں میں (یعنی مسلمانوں میں) اتنا وسیع اور گہرا ہے کہ اس نے عورت کے شرف وفضل کے مفہوم کو صرف اخلاق سے یہی نہیں بلکہ ایمان وعقیدہ سے مربوط کردیا ہے۔

اسلام میں عورت کو مقام ومرتبہ حاصل ہے اور یورپ میں عورت کی جو حیثیت ہے اس کو اختصار کے ساتھ ہم نے بیان کردیا ہے کیونکہ یہ موقع تفصیل وتطویل کا نہیں ہے، اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ کون دانشوران مغرب کی اتباع کرتا ہے اور کون ہدایت پاتا ہے؟ کیا مغربی خواتین کی تاریک زندگی میں روشنی کی کرن چمکتی ہے، جس نے زبان یورپ کو زندگی کے چند لقموں کی تلاش

میں ذلت ورسوائی اور مشقت ومحنت کی بھٹی میں جھونک دیا ہے جب کہ اسلامی صالح معاشرہ میں عورت بغیر کسی قلق واضطراب، محنت ومشقت اور جانفشانی کے انتہائی ہشاش بشاش خوشگوار پرسکون زندگی بسر کررہی ہے اور یہ زندگی اس کو اسلامی نظام معاشرہ نے دی ہے اسلام نے ہی خواتین کو شرف وفضل اور احترام وتقدس عطا کیا ہے اس کو پستی سے اٹھا کر بلندی پر پہنچایا ہے۔

زندگی میں عورت کا کردار:

ہم کو عورت کے کردار سے متعلق گفتگو کو فراموش نہیں کرنا چاہئے، جس عورت نے یورپ میں اپنی من چاہی آزادی حاصل کرلی ہے، اور اس عورت کے بارے میں جو ہمارے اسلامی میں پابندی کی طرح مختلف کی قیود سے بوجھل زندگی ابھی تک گزار رہی ہے۔

لہذا ہم کہیں گے کہ یورپ میں عورت کا کردار پہلے مرحلہ میں یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے اور اپنی ان اولاد کی پرورش کے لئے جن کو ان کے باپوں نے چھوڑ دیا ہے اور بعد میں خود ان کی ماں نے بھی ان سے منھ پھیر لیا، تگ ودو کرے، اسی لئے اس نے آزادی حاصل کی ہے بلکہ اس حد تک آزاد وخود مختار ہوگئی ہے کہ جو چاہے کرے، جہاں چاہے جائے اور اپنی قدرت وصلاحیت سے جس طرح دل کرے فائدہ اٹھائے اور مارکیٹ مقبول اشیاء بن جائے۔

دوسری جانب اسلامی خاتون ہے اسلامی مشرقی معاشرہ نے اپنی آسمانی ربانی شریعت کے ضابطہ کے مطابق اس کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کی فکر معاش سے بالکل آزاد کردیا ہے اس کو اپنی روزی روٹی اور زندگی کے کسی قسم کی دوڑ دھوپ محنت ومشقت نہیں کرنی ہے کیونکہ عورت کے انسانی وجسمانی وجود کے اول دن ہی سے اسلام نے مرد پر (خواہ وہ باپ ہو بھائی ہو، شوہر یا قریبی رشتہ دار ہو) لازم کردیا ہے کہ عورت کی دیکھ بھال کرے اور اس کی اور اس کے زیر کفالت ذریت کی زندگی سے متعلق لازمی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت لے چاہے باپ کی حیثیت سے یا بھائی ہونے کی وجہ سے یا شوہر کی حیثیت سے ورنہ قرابتدار ہونے کے سبب، مرد پر عورت کی

ازاول تا آخر یہ تمام ذمہ داری عورت کی فطری کمزوری کے مدنظر ڈالی ہے کیونکہ وہ اپنی تخلیقی ساخت کی وجہ سے یہ تمام ذمہ داری ادا کرنے سے قاصر ہے اسی کے ساتھ اس کو فارغ رکھنے کا ایک دوسرا مقصد بھی پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ خارجی مشاغل میں لگنے کی وجہ سے وہ اپنے بنیادی کاموں کوانجام نہیں دے سکتی جبکہ اسی کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے کہ بیوی اور ماں بن کر وہ نسل انسانی کوانجام نہیں دے سکتی جبکہ اسی کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے کہ بیوی اور ماں بن کر وہ نسل انسانی تخلیق اور اس کی پرورش وتربیت کا اہم ترین فریضہ انجام دے، مزید برآں عورت کا فطری کردار جو پوری طرح اس کی طبیعت ونسوانیت سے ہم آہنگ ہے، وہ اس حد تک عورت کی آزادی نہیں چاہتا جو آج یورپ میں عورت کو حاصل ہے تا کہ وہ اپنی اولاد کی روزی کما سکے، اگر ہمارے سماج میں چاہتی ہے کہ اس کو من چاہی آزادی دیدی جائے تو اس شرط پر ہم دے سکتے ہیں کہ اس کا رزق اس کے پاس بغیر محنت ومشقت اور رنج وقلق اور اس کی معزز ذات کی پاکیزگی وعفت کی حفاظت کے ساتھ آئے۔

مرد کو عورت کا حاکم ونتظم کیوں بنایا گیا؟

ایک سوال ہمارے سامنے یہ بھی ہے کہ آخر مرد کو عورتوں پر حاکم ونتظم کیوں بنایا گیا جیسا کہ اللہ نے فرمایا: "**الرجال قوامون علی النساء**" (سورہ نساء:۳۴)، "**وللرجال علیهن درجة**" (البقرہ: ۲۲۸)، ہم پاتے ہیں کہ ایک جگہ حاکم ونتظم کار اور دوسری جگہ مرد کی عورت پر اضافی فضیلت جس میں ذمہ داری میں اضافہ ہی مفہوم ہے نہ شرف وفضل تو پھر ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرد کا اضافی درجہ اس بڑی کمیت کے مقابلہ میں ہے یعنی اس بوجھ کے مقابل جو اس کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے جس سے عورت کو شریعت نے مستثنیٰ کیا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، یہ درحقیقت انسانیت کے سراپا رحمت دین اسلام کا عورت نرم ونازک طبیعت وجذباتیت کے اعتراف کے سبب ہے۔

اگر کوئی عورت یہ چاہتی ہے کہ وہ ''القوامۃ'' حاکمیت اور مرد پر (درجۃ) فضیلت، اس کو حاصل ہو جائے اس شرط پر جو ذمہ داریاں عورتوں کے لئے مرد ادا کرتا ہے وہ خود ہی ان کو مردوں کے واسطے پوری کرے گی تو اب ارباب عقل ودانش ہی بتائیں گے کہ اس گھر میں کون سا سکون وقرار حاصل ہوسکتا ہے جس میں دو دو ذمہ دار اور منتظم (مرد وعورت) ایک ساتھ آزادانہ طور پر اپنی اپنی ذمہ داریوں ادا کررہے ہیں، یا پھر علم النفس کے ماہرین بتائیں کہ اس خاندان کے افراد کا کیا حال وانجام ہوگا جب کہ عورت، مرد بن جائے اور مرد............

یہی فرق ہے اسلامی تہذیب میں اور مغربی تہذیب میں کہ یورپ میں عورت آزاد ہوکر مرد کا کردار ادا کررہی ہے، لہذا یورپ کا ہر گھر انتشار وخلفشار کا شکار ہے دو حاکموں اور انتظام کاروں کے اپنے اپنے طریقۂ انتظام وانصرام کے باعث اور ان کی اولاد منجھدار میں پھنسی ہے جب کہ اسلامی معاشرہ میں عورت اپنا فطری تخلیقی کردار ادا کررہی ہے اور مرد اپنا فطری رول ادا کررہا ہے، ہم کو یہ سوچنا ہے کہ اگر ہم مغرب کے نظریہ معاشرت اور آزادی نسواں کے تصور کو قبول کرتے ہیں تو کس چیز کو اختیار کررہے ہیں۔

اور ہم کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جس حکیم وعلیم نے آسمانی دین وپیغام نازل کیا جس میں عورتوں کی تکریم وتوقیر کے بعض گوشوں کو ہم نے بیان کردیا ہے اس کے برعکس دوسرے تمام مذاہب ایک دوسرے سے گڈمڈ ہیں اور ایک دوسرے کا توڑ کرتے ہیں کیونکہ ان کو ہوا وہوس نے بنایا ہے نہ کہ عقل وفہم نے، ضرورت نے ایجاد کیا ہے نہ کہ عالی ظرفی نے، مفاد ومنفعت کے جذبہ نے پیدا کیا ہے نہ کہ جذبہ رحمت ومودت نے اور گمراہی وکج روی اور ہوس وشہوت رانی پر مبنی مذہب میں عورت کو آزادی دینا (جیسی آزادی یورپ نے دی ہے) اس لئے ہے کہ مرد عورت ذات کو اپنے پاس پائے جب چاہے حاصل کرلے، اور یہی ہورہا ہے، اللہ نے سچ فرمایا:

''**ولا يأتونک بمثل إلا جئناک بالحق وأحسن تفسيراً**'' (الفرقان:۳۳)۔

عورت اور میڈیا
(نسوانیت کے سوداگر)

سعادلعمارتی (مراکش)

جدید سرمایہ دارانہ نظام معیشت نے جس مارکٹنگ پالیسی کو فروغ دیا ہے اس کی بنیاد اور روح صرف نفع اندوزی اور سرمایہ میں اضافہ اور ذاتی منفعت پر ہے لہذا انہیں اجتماعی طرز تجارت اور طریقۂ کاروبار کو اہمیت دی جاتی ہے جس میں مال کی زیادہ سے کپت ہو سکے اور سرمایہ میں دن بدن اضافہ ہوتا رہے اسی کو زندگی کا مقصد اور کامیابی اور انسان کی اسی میں عزت وسعادت کا تصور بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ دینی و مذہب اور عقیدہ واخلاق کی کوئی حیثیت نہیں نہ بین الاقوامی معاہدوں کی بلکہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت نے اپنے اس نظریہ کو عام کرنے اور دنیا کو اسی نقطۂ نظر کو اپنانے پر آمادہ کرنے کے لئے جدید ذرائع ووسائل ابلاغ کی تمام انواع کو پوری حکمت عملی اور طاقت اور چالاک سے استعمال کیا ہے لہذا پرنٹنگ میڈیا جیسے اخبارات ورسائل اور مجلّات ہوں، الیکٹرانک میڈیا انٹرنیٹ، ٹی وی وغیرہ ہوں سب رات دن بازار معیشت کے اسی نظام کے پرچار اور پروپیگنڈہ میں سرگرم رہتے ہیں جس کو سرمایہ دارانہ نظام نے رائج کیا ہے۔

اس معیشت بازار کی خوبی یا خرابی یہ ہے کہ اس میں خودغرضی بداخلاقی کی حدتک عام ہے جہاں کہیں گھاٹے اور نقصان کا خطرہ ہے یا ایکسچینج میں خلل پیدا ہوتا ہے یا شہر بازار میں حصص کی خرید وفروخت کا نظام معطل ہوتا ہے اور گراوٹ درج کی جاتی ہے تو اس نظریہ اور طریقہ کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور جب تک نفع کا امکان غالب اور راس المال میں اضافہ کا یقین باقی

ہے اس طریقہ اور اصول سے بہتر کوئی نظام معیشت وتجارت نہیں ہوتا۔

اسی سے مغربی دنیا کے معیار و پیمانہ میں تصادم وتناقض کو سمجھا جاسکتا ہے کہ مادہ پرستی اور نفع اندوزی کے جنون میں نہ انسان کے بنیادی حقوق کا لحاظ کیا جاتا ہے اور نہ اخلاقی قدروں اور اصولوں کی رعایت کی جاتی ہے جب کہ سرمایہ دارانہ نظام کو اختیار کرنے والے یورپی وامریکی ممالک ایک طرف بڑھ چڑھ کر انسانی حقوق کی باتیں کرتے ہیں اور انسان کی عزت وتوقیر کی آواز بلند کرتے ہیں بلکہ حقوق انسانی کے نام پر تحریکیں چلاتے ہیں کمیٹیاں قائم کرتے ہیں اور دوسری جانب اسی انسان کی حق تلفی کرنے اور اس کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے زرخرید غلام وباندی تک بنانے اور اپنے کاروبار کی ترقی وتشہیر کی خاطر اس کو استعمال کرنے میں ذرہ برابر تکلف نہیں محسوس ہوتا۔

اس متضاد عمل کی زندہ مثال عورت کی ذات ہے مغربی ممالک رات ودن آزادی نسواں حقوق نسواں کا نعرہ لگاتے ہیں عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دینے اور ان کو کلی طور پر خودمختار ذاتی زندگی گزارنے کا موقع دینے کی باتیں کریں گے عورت کو قابل احترام ہستی قرار دیں گے یہ کتنا حسین تصور اور نعرہ ہے۔

لیکن دوسرا پہلو انتہائی مکروہ قبیح بلکہ انسانیت سے گرا ہوا ہے کہ یہی مغربی ممالک ایک کنیز باندی لونڈی کے طور پر اپنے کاروبار کے لئے من مانے طریقہ پر استعمال کر رہے ہیں عورت کا وجود محض ایک کھلونا ہے کہ جیسے چاہا اس کو دکھا جائے جس طرح چاہا لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

ذرائع ابلاغ میں عورت کے استعمال کا اصل مقصد:

آج ہم باتصویر رسالوں، مجلّات میں، اشتہارات اور پروپیگنڈہ وپبلسٹی ہورڈنگوں اور سائن بورڈوں وغیرہ میں اسی طرح ٹی وی چینلوں اور اشتہاری فلموں میں عورت کو جس انداز میں

اور جس شکل وصورت اور لباس میں دیکھتے ہی وہ صرف جذبات کو بھڑکانے، شہوت کو برانگیختہ کرنے کے لئے ہوتا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ ٹی وی چینل چلانے والے ادارے، تجارتی اشتہارات تیار کرنے والی کمپنیاں کثرت سے صرف نوجوان خوبصورت لڑکیوں کو ہی ملازمت دیتی ہیں؟ ماڈل گرلیس اور اشتہاری فلموں میں کام کرنے والی لڑکیوں ہی کی کیوں مانگ ہے؟

اصل مقصد یہی ہے کہ مردوں کے جذبات کو بھڑکا کر اپنے کاروبار کو زیادہ سے زیادہ وسعت دی جائے چونکہ عورتوں کی کشش مردوں کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے اور بہت جلد دونوں کے حسن وجمال اور انداز سے متاثر ہوتے ہیں، لہذا ٹی وی چینلوں کی کامیابی کا دارومدار حسین لڑکیوں کے عریاں استعمال پر ہے یورپ کا مشہور ومقبول میگزین پلے بوائے (Play Boy) کی مقبولیت کے پیچھے یہی راز تو ہے کہ وہ لڑکیوں کی ایسی تصویریں شائع کرتا ہے جو جنسی خواہشات کو برانگیختہ کرتی ہیں اور اس ضمن میں کمپنیوں کے اشتہارات کو پڑھا جاتا ہے ان کی ترغیبات کو قبول کرلیا جاتا ہے اس طرح کمپنیوں کے تیار کردہ سامان مارکیٹ میں مقبول ہوجاتے ہیں۔

چونکہ سیٹلائٹ کی کثرت ہے اور نیوز چینلوں کی زیادتی خاص کر پرائیوٹ نیوز چینل رات دن یہی کرتے ہیں لہذا اسلامی عربی ملکوں کے ٹی وی پر بھی وہی مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جو سرمایہ دارانہ نظام چاہتا ہے، ''پلے بوائے'' جیسے میگزین عرب مسلم ممالک میں بھی شائع ہوتے ہیں، یورپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلم ملکوں کے ٹی وی پی عورت کا استعمال بے شرمی سے کرتے ہیں اور کاروبار کو وسیع تر کرنے کی خاطر جذبات کو بھڑکانے عورت کا سہارا لیتے ہیں۔

کہاں گئی عورت کی شرافت وعزت اور اس کی پاکدامنی؟ جس کی باتیں کی جاتی ہیں مغربی تمدن وتہذیب کا یہ تضاد بالکل واضح ہے زبان سے کچھ کہا جاتا ہے اور عمل اس کے خلاف کیا جاتا ہے مغربی میڈیا اور عرب میڈیا بلکہ مغربی نظریہ اور عرب نظریہ میں اس پہلو سے کوئی فرق نظر نہیں آتا عورت کے سلسلہ میں دونوں کے درمیان کوئی حد حاصل نہیں ملتی بلکہ عورت کو محض ایک

جسمانی وجود تسلیم کر کے حسب ضرورت اپنے مفاد میں آج استعمال کیا جا رہا ہے۔

وہ سمجھ رہا ہے کہ عورت بدن کو کہتے ہیں
مگر زمانہ مجھے انقلاب لکھتا ہے

اس صورت حال نے عورت کے ساتھ معاشرہ کے تعلق کو جس نئی تقسیم سے جوڑ دیا ہے اس کے تین دائرے بن گئے ہیں اور تینوں ایک دوسرے سے بالکل کٹے ہوئے ہیں ایک جہت سے عورت صرف ایک جسمانی وجود ہے، دوسری جہت سے عورت ماں اور بیوی ہے تیسری جہت سے کام کرنے والی عورت ہے اور ان تینوں دائروں کے درمیان (ان کے تحت وہ کردار جس کی عورت سے امید کی جاتی ہے) مکمل انفصال اس تناقض وخلجان کے باعث ہے جس سے عربی واسلامی بیداری دوچار ہے معاشرہ میں عورت کے کردار کے سلسلہ میں اپنے نظریہ کے ضمن میں، لہذا جدید لامذہبیت اس بات کی استطاعت ہی نہیں رکھتی کہ عورت کے جسم کے فتنہ کو ذریعہ بنائے بغیر اس کی صلاحیت کو لوگوں کے سامنے ثابت کر سکے اور نہ ہی اسلامی تحریکیں اپنے نظریات کے مخالف چیزوں کو پوری طرح اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب نظر آتی ہیں، تاکہ عورت کو اس کی تذلیل وتحقیر کے خوف سے آزاد کر کے عام زندگی میں شریک کر سکیں اور ان تمام حالات میں یورپی سیلاب نے ہم کو کنارہ لگا کر پورے میدان پر قبضہ کر لیا ہے اور زندگی میں عورت کے کردار کو اپنے پروپیگنڈہ وپبلسٹی معیار کے مطابق نشر واشاعت اور پروپیگنڈہ مشینری میں استعمال کر رہا ہے، اس طور پر کہ عورت کے جسم وحسن کو اس کی عقل وفکر سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور اس کے جسم کی نمائش پر صلاحیت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے اس اعتبار سے عورت ایسا مادہ اور میٹریل بن چکی ہے جو صرف جذبات وشہوات کو برانگیختہ کرنے کا کام آتا ہے رات ودن اس کا یہی کام ہے کہ تمام اشیاء اور ایجادات اور مصنوعات میں اپنی عریاں اور نیم عریاں ذات کو پیش کرتی رہے اور اس سے بڑھ کر گھٹیا حرکت کرنے پر اس سے اصرار کیا جاتا ہے یہاں تک کہ بازار کے مفاد میں اس کو مجبور کیا جاتا ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کوئی لاکھ اصول وقاعدہ اپنانے کی بات کرے بین الاقوامی سطح پر تمام پروپیگنڈہ مشینریاں اور وسائل وذرائع ابلاغ عورت کے مہذب کردار کو مسخ کرنے اور اپنے منصوبہ ومنہج کے تحت اس کو استعمال کررہے ہیں یہاں تک کہ جبراً عورت کے طبعی مزاج کو بدلنے اور اس پر اپنے نظریہ وقاعدہ کو مسلط کررہے ہیں کہ انسانی سماجی وسوسائٹی عورت میں تصویر کشی کے دوران صرف جنسی ترغیبات کا مشاہدہ کرے پھر یومیہ اجتماعی عوامی روابط میں جسمانی طور پر بھی یہی صورتحال سامنے ہو عملی طور پر مردانہ مزاج وطبیعت اتنی پست ہوچکی ہے کہ عورت کو اس سطح سے بلند دیکھنا ہی نہیں چاہتے ان کے نزدیک عورت نام ہی ہے ایسے وجود کا جو جذبات کو برانگیختہ کرنے کا ذریعہ ہے اور یہ حقوق انسانی، معاشرتی عرفوں اور آسمانی ادیان کے بالکل ضد ہے جس نے انسانیت کو لامذہبیت اور ارتداد کی کھائی میں گرادیا ہے۔

اکیسویں صدی کے مقبول نسوانے نمونے:

اکیسویں صدی میں وہ نسوانی نمونے اور آئیڈیل جن سے کاروباری بازار کی رونق وکامیابی ہے اور جن کو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے آئیڈیل اور معیار بنا کر پیش کیا جاتا ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ فلمی اداکارائیں اور حسن کی ملکائیں، مس ورلڈ، حسینہ کائنات اور رقاصائیں ماڈل گرلس وغیرہ ہیں، اس لئے کہ یہ سب اپنے پیشہ او رخصوصیات وامتیازات کے ساتھ جسمانی پیغام (Body Message) رکھتی ہیں، میڈیا ان کو ہائی لائٹ کرتا ہے اور اس کی وجہ سے نئی نسلوں کے ذوق کو فاسد کرنے اور عزائم کو پست بنانے کا کام بآسانی ہورہا ہے اور ایک ایسے وقت میں جب کہ ان کی قوم جہالت، فقر وفاقہ قحط سالی اور سرمایہ داروں کی لوٹ گھسوٹ اور ان کے جبر واستبداد کا شکار ہے اور اس کے برعکس ان خواتین کو جن میں کچھ کرنے کا حوصلہ اور صلاحیت ہے وہ انسانی میدان عمل میں کارہائے نمایاں انجام دینے کی قدرت اور لیاقت رکھتی ہیں ان کو حاشیہ پر لگایا جارہا ہے حسینہ عالم اور حسینہ کائنات کے مقابلے کردیئے جاتے ہیں حسن کی نمائش کرائی جاتی

ہے، عریانیت کو بڑھاوا مل رہا ہے جب کہ صلاحیت استعداد، ہنرمندی اور اہلیت کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کیونکہ میڈیا اور نشر واشاعت کے جدید ذرائع نے باصلاحیت خواتین کے سامنے تاریکی چادر تان رکھی ہے ان کی حوصلہ افزائی سے اجتناب کر رہے ہیں اس پر خاص خواتین جرنلسٹ اور صحافت سے وابستہ عورتیں بھی اپنی ہم جنس ان عورتوں کو آگے بڑھانے میں دلچسپی نہیں رکھتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یورپی میڈیا اور پروپیگنڈہ مشینریوں نے اسلامی عربی معاشرے کے لئے اندرونی طور پر عورت کی جو صورت نقش کی ہے وہ سیرت واخلاق اور فکر وخیال میں عورت اپنے حسین جسم کے ساتھ ہی دکھائی دیتی ہے اس کے عمل وکردار اور صلاحیت واہلیت کا خاکہ سامنے آتا ہی نہیں کیونکہ میڈیا اور صحافت کے تمام شعبوں نے عورت کا ایک ہی تصور پیش کرنے کا رجحان پیدا کر دیا ہے۔

عورت زندگی کے عام میدان میں:

عورت کے لئے تمدنی سطحیت کا بس اتنا ہی معیار ہے کہ عورت خوبصورت ہو بس کافی ہے اور اس خوبصورتی کے حصول کے لئے وہ بے تحاشا مال خرچ کرنے اور محنت ومشقت کرنے کو تیار ہو جاتی ہے اور اس جنون میں وہ آگے کی طرح بھاگی جا رہی ہے اور حسن وجمال کے لئے نت نئے سامان استعمال کرتی رہتی ہے لہذا اس شوق وجنون کا اصل فائدہ ان یورپین سرمایہ دار کمپنیوں کو ہو رہا ہے جو عطریات، پرفیوم اور زینت وآرائش کے سامان تیار کر رہی ہیں یہاں تک کہ مہذب سنجیدہ خواتین بھی مغرب کے اس جال میں پھنس جاتی ہیں کیونکہ حسن وآرائش کو سوسائٹی اور معاشرہ میں تہذیب وترقی اور کامیابی کا ایک اہم ذریعہ اور حصہ تصور کیا جاتا ہے اور ٹیلی ویژن پر اپنے سینوں، پستانوں اور دوسرے ہیجان خیز اعضاء کی نمائش کرتی، ماڈل گرلس، اور رقصائیں ان اشیاء کا پرچار کرتی نظر آتی ہیں اور اس کی بغل میں بیٹھا ہوا مرد ساتھی پورے ساتر لباس میں موجود ہوتا ہے جس سے یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہ ٹی وی چینل کسی مسلم ملک کی ملکیت ہے جہاں

تک خالص خاندانی میدان کی بات ہے تو ازدواجی رشتہ میں مرد وعورت کے تعلقات میں کشیدگی پائی جاتی ہے اس لئے کہ ہر عورت خواہ وہ خوبصورت ہو اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ ٹی وی پر آنے والی نیم عریاں حسیناؤں کی برابری کر سکے جبکہ وہ ان کو دیکھ کر وہی سب کچھ کرنا چاہتی ہے مگر خاندانی روایت اور دینی رکاوٹ مانع ہے اور یہ بحرانی صورت حال اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب کہ میاں بیوی کے درمیان کوئی دینی واخلاقی موانع نہ ہوں جس کا نتیجہ ہے کہ عام زندگی کشمکش سے دوچار ہے ایک طرف گھریلو زندگی ہے تو دوسری جانب شوسل زندگی کے نئے تقاضے اور مقبولیت کے نئے وسائل اور ذرائع ہیں۔

مغربیت کی دعوت، عورت کی اہانت کے لئے کافی ہے:

عورت کو ذلیل کرنے والے اس ماحول کو برعکس راہ پر چلنا اور موجودہ تیز دھارے کے الٹ تیرنا اس لئے ممکن نہیں کیوں کہ ہم اس کو جدید حالات اور نئے دور سے جدا نہیں کر سکتے بلکہ اسی تمدنی مروجہ طریقہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس الٹے ماحول کو سیدھے رخ پر لانا ہے جو عورت کو سامان فروخت بنانے کے خطرے سے آگاہ کرے اور سرمایہ دارانہ وسائل ابلاغ اور ذرائع نشر واشاعت کی گھناؤنی سازش کا پردہ چاک کرے جو مسلسل صنف نازک کے استحصال میں مصروف ہیں اور فوٹو گرافی اشتہارات کے ذریعہ تمام عوامی چینلوں پر منصوبہ کے ساتھ عورت کے کردار اور ذمہ داری کے رخ کو مسخ کر رہے ہیں اور فن کی سرپرستی اور ہمت افزائی کے نام پر عورتوں کو ملازمت دی جاتی ہے یورپ میں متعدد نسوانی تنظیموں کو اس سلسلہ میں مثبت قدم اٹھانے سے اور عورت کو ذلت کے غار سے نکالنے کی کوشش کرنے سے ان مالدار طبقہ کی مخالف کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو بڑے بڑے نشریاتی اداروں کے مالک ہیں، مغرب نے عورت کو ذلت وحقارت کی جس پر راہ پر ڈال دیا ہے اور اس کا ہر طرح سے استحصال کر رہا ہے اس سے نجات کی ایک جدید ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ انٹرنیٹ روابط نے بہت وسعت وقبولیت حاصل کر لی ہے اس

کے ذریعہ عورت کی آواز دوسروں تک پہنچائی جاسکتی ہے وہ پوری شدت وقوت کے ساتھ اس حقارت آمیز برتاؤ کے خلاف احتجاج کرسکتی ہیں وہ اپنی تنظیمیں اورادارے بنا کر متحد ہوسکتی ہیں اور بین الاقوامی طور پر دباؤ ڈالنے کے لئے کمیٹیاں بنا کر میڈیا اور پبلسٹی کے اداروں کو عورت کی تذلیل سے روک سکتی ہیں۔ خاص کر اعلان واشتہار کے شعبہ جات میں اثر انداز ہوسکتی ہیں۔

یورپ وامریکہ خاص کر فرانس میں اس طرز کی تنظیمیں اور جمعیتیں کام کررہی ہیں جیسے جمعیۃ فطموا الاعلان (اینٹی ڈکلریشن ایسوسی ایشن) اور جمعیۃ العدوان الإعلانی (R.A.P) اور حقوق نسواں کی محافظ تنظیم وغیرہ ان سب جمعیتوں کے مرکزی دفاتر فرانس میں ہیں مزید اس طرح کی تنظیمیں اور کمیٹیاں یورپ وامریکہ میں قائم ہوتی رہتی ہیں یہ تنظیمیں اپنے مطالبات منوانے کے لئے احتجاج کی مختلف صورتیں اختیار کرتی ہیں اور لوگوں سے اپیل کرتی ہیں کہ ان تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے جن میں نسوانی جنس کو پبلسٹی کا محور بنایا جاتا ہے اور نوجوان لڑکیوں کی ہیجان انگیز تصویریں دی جاتی ہیں، منفی رجحان کا حامل میڈیا عورتوں کے سہارے اپنی ٹی وی پروگراموں خالص نسوانیت کے رنگ میں رنگنے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ آرائی میں مصروف ہیں ان میں شرطیں لگتی ہیں کہ کون عورت کے فتنہ کو اپنے مفاد میں زیادہ استعمال کرتا اور اصل پروگرام سے زیادہ اشتہاری پروگراموں کو کامیاب طریقہ پر پیش کر کے دولت بٹور سکتا ہے۔

خواتین صحافت بھی گردن گردن تک، اس منفعت بخش کاروبار میں ڈوبی ہے بلکہ المیہ یہ ہے کہ عرب میڈیا بھی مسلمان خواتین کے اسلامی جذبات کے برعکس ان کو ٹی وی پر پیش کرتا ہے جبکہ مسلم خواتین کے اسلامی جذبات کے برعکس ان کو ٹی وی پر پیش کرتا ہے جبکہ مسلم خواتین کی نمایاں صفت یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے علاوہ ہر ایک کے سامنے اپنے جسم کو چھپائیں اور زینت کو ظاہر نہ کریں اور مشرقی ممالک میں لاکھوں عورتیں اسی اسلامی اصول سے چمٹی ہوئی ہیں عریانیت اور بے شرمی کی راہ اختیار کرنا ان کو گوارا نہیں ہے لیکن مستورات سے متعلق رسائل

ومجلّات، عریانیت کی مہم کو کامیاب بنانے میں سرگرم ہیں اور اس کی وکالت کرتے ہیں۔

جہاں تک خواتین کو سیکولر تحریکوں کا حال ہے جو کہ اسلام کے قوانین و آداب پر نقد وتبصرہ کرنے میں لگی رہتی ہیں، وہ نشر واشاعت کے تمام ذرائع اور جدید میڈیا میں عورتوں کے استتصال میں مصروف ہیں، ان وسائل وذرائع ابلاغ کا اصرار ہے کہ وہ عورتوں کو سڑکوں، روڈوں، آفسوں کارخانوں وغیرہ میں جنسی خواہشات کو بھڑکانے کے لئے استعمال کریں گے جبکہ انسانی وتمدنی اقدار، اجنبیہ خواتین کو لادینی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کیونکہ یہ طاقتیں انسان کے حقوق کو پامال کررہی ہیں اور بین الاقوامی میثاق کی خلاف ورزی کررہی ہیں۔

ان قوانین کے علاوہ خود ہماری اپنی اسلامی دینی تہذیب ہے جو اسلامی معاشرہ کا بنیادی شعار ہے کہ (خواہ مغربیت کے دلدارہ اور تجدد پسند طبقہ اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے) لیکن ہم کو اس طبقہ کے خلاف متحد ہونے کی ضرورت ہے جو اسلامی شعائر کی دھجیاں اڑا رہے ہیں او رخواتین کو یورپ کی عریانیت واباحیت کے راستہ پر لے جارہے ہیں اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو باکردار، خوددار اور باضمیر افراد کا تعاون کریں جو عرب میڈیا اور عرب وسائل ابلاغ کی اخلاقی اصلاح کا مطالبہ کررہے ہیں اور اس نکتہ کو ملحوظ رکھنا ہے کہ الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا میں اسلامی خواتین اگر اسلامی حجاب کے ساتھ اپنے جسم کی نمائش کے بغیر اسکالر، جرنلسٹ، مضمون نگار اورنسلوں کی تعلیم وتربیت کرنے والی دانشورہ، فنکارہ کے طور پر شرکت کرتی ہیں اور ان سب میں اپنی ذمہ داریوں کو موثر انداز میں پیش کرتی ہیں تو ان کی حوصلہ افزائی بھی کی جانی چاہئے۔

کیا ہم اس تہذیبی سبقت کو قبول کرنے پر تیار ہیں، یورپ کے عریاں بے شرم میڈیا کے مدمقابل باحجاب خواتین کو اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دینے کی حوصلہ افزائی کرسکتے ہیں اگر نہیں تو پھر مہذب وتعلیم یافتہ مسلم خواتین کب اپنی خاموشی کو توڑیں گی اور مغربی میڈیا کا دانداں شکن جواب دے کر بے حیائی و بے شرمی اور عورت کے استتصال کی دیوار کو منہدم کریں۔

اسلامی تحریک میں مسلم خاتون کو درپیش مشکلات

ایمان احمد حسین، مصر
(الوعی الاسلامی شمارہ: ۴۱۰)

عام طور پر اسلامی تحریک ومشن کو جو خطرناک مصیبت لاحق ہے باوجودیکہ وہ بہت بڑا خطرہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ مسلم خواتین کو اس ترقی کے دور میں وہ امتیازی پوزیشن اور حیثیت دینی کاموں میں سرگرم تنظیموں اور جماعتوں کے اندر حاصل نہیں ہے جو ان کو عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے مثالی دور میں عالمہ فاضلہ، شاعرہ، ادیبہ اور حدیث شریف کی روایت کرنے والی راہ حق میں ہجرت کرنے اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کا شرف حاصل کرنے والی نیز ایک طبیبہ اور مریضوں کی خدمت کرنے والی، اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والی قابل احترام، لائق تحسین خواتین اسلام کی حیثیت سے حاصل تھی۔

آج صورت حال یہ ہے کہ مسلم خاتون حاشیہ پر لگا دی گئی ہے وہ اسلامی سرگرمی اور تحریک کے عام دھارے سے الگ الگ ایک تنگ دائرہ میں زندگی گزار رہی ہے کیونکہ اس زمانہ کی کوئی بھی اسلامی تحریک اور تنظیم معاشرتی رسومات کی پابندی اور غلطیوں کے ارتکاب سے مبرا نہیں ہے جن کو دین کے مفاہیم ومطالب سے جوڑ دیا گیا ہے اس لئے کہ دینی اسلامی عمل میں مسلمان عورت کی حالت نگرانی مشکلات اور تناقضات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے لہذا اس صورت حال کے پیش نظر معاملہ اس پر خلط ملط ہوجاتا ہے کہ وہ کیا کرے آیا اپنی ذمہ داریوں کے تمام گوشوں اور پہلوؤں کو سمجھے یا پھر یہ جاننے کی کوشش کرے کہ درحقیقت اس کی اصل ذمہ داری کیا ہے؟

اس لئے کہ کبھی اس کوحکم دیا جاتا ہے کہ وہ صرف گھر کے دائرہ میں رہے اس لئے کہ اسلام اس کو ماں اور گھر کی مالکہ کی صورت میں اندرون خانہ دیکھنا چاہتا ہےاور کبھی اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اسلامی بیداری کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اسلامی خدمات واعمال کے میدان میں مردوں کے ساتھ ساتھ سرگرم رہنے کی خاطر گھر کی چہار دیواری سے باہر نکلے۔

مسلمان خاتون ان دونوں صورت حال کے درمیان گومگو کی حالت میں حیران وپریشان کھڑی ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے، اسی وجہ سے مسلمان خاتون کے کردار کی تعین وتحدید کرنا اور اسلامی زندگی میں اس کردار کے حدود کو بیان کرنا ضروری ہے اوران بہت سارے مسائل کے محبوبہ کاقطعی جواب دیتا ہے جو آج تک موضوع بنے ہوئے کہ کن کوقبول کیا جائے اور کن کورد کیا جائے اور کبھی کبھی موضوع کی تحدیداوراس میں کے شرعی ضوابط کے بیان کی جانب توجہ دینے کی حاجت پیش آتی ہے اور شرعی لحاظ سے اس مطلوب کردار کے دائرہ کے ضمن میں ترجیحات کی درجہ بندی بھی کرنی پڑتی ہے ایسا اس وجہ سے کہ مسلمان عورت کے کردار میں درماندگی کی حالت، معاشرہ اور ماحول میں پائی جانے والی بعض غیراسلامی عادات اورموروثی رسومات کا نتیجہ ہےاسی کے ساتھ مختلف ردعمل کااس درجہ پایا جانا جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہی رسم ورواج اصل دین ہیں جواللہ نے نازل کیا ہےاور بعض دفعہ معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ان رسومات وعادات کو پورا کرنا (زمانہ کے بگاڑ کے سبب) برائی کوٹالنے اور فتنہ کا سدباب کرنے کے لئے ضروری بن جاتا ہے۔

اور اسلامی بیداری کی سرگرمی اورتحریک عورتوں کا دفاع کرنے میں جتنا مشغول ومنہمک نظر آتی ہے، اتنا مسلمان عورت کواس کی مطلوبہ حدود کے ساتھ حقیقت حال کے دائرہ تک لانے میں مشغول نہیں ہے اسلامی تحریکات کا پورا زور، عورت کی حمایت اوراس کی صورت کے دفاع اورحدود کی تعین میں صرف ہورہا ہے جبکہ ضرورت ہے کہ عورت کی شخصیت کواٹھایا جائے اور اسلامی زندگی کے اصولوں پراس کی تربیت کی جائے اوراس کوایسا مثالی نمونہ بنا کر سامنے لایا

جائے جس کی پیروی کرنے اوراسوہ بنانے کا جذبہ پیدا ہومگرآج تک تمام اسلامی تحریکات اور سرگرمیاں اس بات پرقادر نہ ہوسکیں کہ عورت کی فطرا سلام کوسب سے پسندیدہ دین بناسکیں اور اس کام کے لئے ایسی جماعتیں اور تنظیمیں قائم کی جائیں، سمینار اور کانفرنسیں کی جائیں جن کی مشترکہ کوشش سے ایسی خاتون شخصیت لوگوں کے سامنے آئے جوتمام حقوق کی مالک اورنسوانی ذمہ داریوں کی حامل ہواوراپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں، اپنے شوہراور والدین کی نگرانی اور سرپرستی میں سرگرم عمل ہوجیسا کہ اسلام چاہتا ہے اورعورتوں سے اس اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے بلکہ خواتین کواس کے اپنے تمام کاموں میں اسی رویہ کی تاکید وتلقین کرتا ہے۔

اورہم کو یہ بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ دعوت اسلامی اورتحریکوں سے وابستہ اکثر افراد کے گھروں میں عورتوں کا جوحال ہے وہ دوسرے عام خاندانوں اورگھروں کی حالت سےمختلف نہیں ہے، اندرون خانہ دونوں طبقہ کی حالت ایک جیسی ہے اگرچہ ظاہری طور پران ذمہ دارافراد کی عورتیں ضرور بہتر شکل وصورت میں دکھائی دیتی ہیں، ایسا اس لئے ہے کہ معاشرہ کے رسم ورواج اور خاندان کی تہذیب وثقافت دونوں طبقہ کی ایک ہے اگرچہ عناوین مختلف ہیں یا شرعی معارف کے درجات میں تفاوت ہے۔

مزید برآں کوشش ومحنت کا میدان جواسلامی فکروعقل کی حرکت کے مقرر ہےاورتقریباً ایک صدی سے اس مسلط ہے وہ آج بھی دفاعی فکر وانداز کے دائرہ سےنہیں نکل سکا جواکثر اوقات میں اسی مضمون کی صورت میں باقی ہےجس کی وجہ حجاب اورتعدداز دواج اورطلاق اور میراث کا حصہ اورعورت کی گواہی کے جھگڑے کی شکل برقرار ہےیعنی سوسال پہلے جومسائل اور موضوعات زیر بحث تھے مسلمان آج تک انہیں مسئلوں میں الجھے ہوئے ہیں یہ ایسا مفروضہ نقشہ اوردائرہ ہےمسلمانوں کی قوت وطاقت کوختم کررہاہےان کی سرگرمیوں کوتنگ کئے ہوئے اوراسی میں غوروفکر ہورہا ہے ہم انہیں محدود میدانوں میں داخل ہوتے اور نکلتے رہتے ہیں ہم میں اتنی لیاقت واستطاعت ہی نہیں پائی جاتی کہ اس میدان کوچھوڑ کر مسلمان عورت کی ایسی صالح تعمیر

وتزئین کریں جو صالح فکر اس سے حجاب کا مطالبہ کرے اور اللہ کی شریعت کے التزام، اسلامی تعلیمات کی پابندی، سماجی اجتماعی رسومات وعادات سے آزادی حاصل کرے جن رسومات او رکاموں کو اسلام کا نام دے کر اختیار کرلیا گیا ہے حالانکہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اسی وجہ سے مسلم خاتون پرخطر کھلی راہ پر کھڑی ہے اور اسلامی عمل کے جسم کا عضو معطل بنی ہوئی ہے۔

مسلم خاتون کے کردار اور حدود کی تعیین وتحدید کی کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ اسلام کے اولین معاشرہ میں مسلم خاتون کی عملی صورت حال کو دیکھا جائے اور اختیار کیا جو عہد رسالت سے اسلامی تاریخ اور دیگر انسانی سرگرمیوں تک باقی رہا وہی قابل تقلید معاشرہ ہے دوسرا نہیں، جو محض احکام ومسائل بیان کردینے تک نہیں تھا بلکہ عملی معاشرہ تھا یہ بات انسانی کوششوں، محنتوں، سرگرمیوں سے درست وصحیح کام بھی ہوتا ہے اور غلطیاں اور خطائیں بھی ہوتی ہیں، اور انسانی فہموں میں اختلافات بھی ہوتے ہیں لہذا ہم اگر عورتوں کے حدود عمل کی تعیین وتحدید کریں گے تو دونوں طرح کا امکان ہے جب کہ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ وحی الٰہی نے مسلمان عورت کے عمل کی حدوں کو بیان کیا ہے اور اسلامی معاشرہ میں اس سرگرمی اور کردار کی حد مقرر کی ہے اور سنت نبویہ کے ذریعہ انسانی زندگی میں عملی کاروائی کے ذریعہ اس کردار کی شکل وصورت سامنے آئی ہے لہذا عہد نبوی اور اس سے متصل مابعد کا معاشرہ ہی اسلامی خاتون کے اجتماعی کردار اور سرگرمیوں کی وضاحت اور تحدید کے لئے اصل معیار مانا جائے گا نہ سماج کے اپنے بنائے ہوئے رواجوں اور رسموں کا اعتبار کیا جائے گا اور نہ ہی ہماری اپنی فکر ورائے سے کوئی تحدید قبول کی جائے گی۔

معیار ونمونہ اور تقلید کے قابل زمانہ میں عورت نے غزوات میں مشورہ دینے اور مردوں کی طرح رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے مریضوں کی تیمارداری کرنے اور اسلام کی دعوت وتبلیغ کے کاموں دینی علوم کی مجالس اور حدیث رسول ﷺ کی روایت کرنے میں بھرپور شرکت کی ہے اس نے اپنے معاشرہ وسماج کی حاجتوں کو جانا اور اس کے لئے باکمال افراد تیار

کئے اور ان کی زبردست تربیت میں حصہ لیا جس طرح کی خواتین اسلام نے اللہ کے راستہ میں ایثار وقربانی، صدقات وخیرات اور صبر واستقامت نیز تکالیف ومصائب برداشت کرنے اپنا مثالی کردار ادا کیا۔

لہذا ضرورت ہے کہ ہم مسلمان عورت کے کردار اور اس کی حقیقت کے بارے میں نظر ثانی کریں اور اس دور کو حجم اور دائرہ مقرر کرنے میں نہیں جیسا کہ عورتوں کے سلسلہ میں خوف کا شکار لوگوں کا دعوی اور مطالبہ ہے بلکہ اس کی فعال شرکت کی خاطر جس کے ساتھ مسلمان عورت اسلامی بیداری کے اہداف کو کامیاب بنانے میں شریک ہو۔

تا کہ فقہ وعلم اور درایت اور ادب وکردار اور سیرت کے راستے سے معاشرہ کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کر سکے معاشرہ کی خدمات اور اس کی اصلاحی سرگرمیوں سے خواتین کی عدم شرکت کا دور طویل ہو گیا ہے۔

تا کہ وہ تکلف کے ماحول سے نکلے اس کے سامنے قرن اول صحابیات وتابعیات کا اسوہ حسنہ ہے۔

اور اسی کے ساتھ ضروری ہے کہ عصر حاضر کے فتنہ وفساد کے مسئلہ پر بھی نظر ثانی کی جائے اور اس کے سد باب کے لئے اصول وضوابط بنائے جائیں اس لئے کہ جس اللہ نے احکام مشروع کئے ہیں وہ زمانہ اور اس کے الٹ پھیر کو بھی جانتا ہے لہذا زمانہ کے فساد کا نام لے کر اور فتنہ کو ٹالنے کو عنوان بنا کر عورت کے شرعی حق کو چھیننا جائز نہیں ہے اور نہ عورت کی صلاحیت ولیاقت کو جمود وتعطل کا شکار بنانا اور آج کی اسلامی زندگی میں اس سے مطلوب کردار کو لغو کرنا جائز ہے۔

اسلامی زندگی میں شرکت سے مسلمان عورت کا محروم رہنا اور سماجی رسموں سے رواجوں کی وجہ سے عورت کا اس حق سے محروم ہونا جو اسلام نے اس کے لئے وضع کئے ہیں، وہ عورت کو امت کے اوپر خود اس کی اپنی ذات اور اس کے تربیتی پیغام پر بوجھ بنا دے گا۔

دخترِ اسلام اور اندھی تقلید-خطرات وعلاج

لیلی عبدالرحمٰن سوریا

(الوعی الاسلامی شمارہ: ۴۲۰)

مسلمان نوجوان لڑکیاں آج ایسے بہت سے محرکات کا سامنا کررہی ہیں جوان کو مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کرنے کی جانب ڈھکیل رہے ہیں خاص کر جب وہ ٹی وی کے اسکرین پر ماڈل گرلز اور ملبوسات کی نمائش کرنے والی لڑکیوں نائٹ کلبوں کی رقصاؤں کو دیکھتی ہیں تو ان کو بھی ان جیسا بننے اور دولت کمانے کا شوق ہوتا ہے تو لمحہ فکر یہ ہے کہ ان خطرات کا سامنا کیسا کیا جائے مسلم دوشیزاؤں کو اس اندھی تقلید سے کیسے روکا جائے۔

میرے خیال میں اس خطرہ کا حل اور بدل دونوں ہمارے ہاتھوں میں واضح اور روشن طور پر موجود ہے اور وہ ہے اس مکمل زندگی کا نہج اور طریقہ جو اللہ تعالی نے بنایا ہے جس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اسی بنیادی راہ پر ہم کو لازمی طور پر چلنا ہے یہی وہ بدل ہے جو نوجوان مسلمان دوشیزاؤں کو ٹی وی پر پھکڑ پن کرنے اور جسم کی نمائش کرنے سے بچا سکتی ہے او ران کو غیروں کی اندھی تقلید کے سحر سے آزاد کرا سکتی ہے اسی کے ساتھ ان کو دنیا وآخرت کی سعادت سے سرفراز کر سکتی ہے لڑکیوں کے لئے گھروں اور مدرسوں میں پایا جانے والا مثالی نمونہ کا وجود، ان لڑکیوں کے دلوں میں سرگوشیاں کرتا رہتا ہے اس کی بازگشت ان کے وجدان میں زندگی کی آخری سانس تک بار بار سنائی دیتی رہتی ہے چونکہ ان کا ضمیر بہرحال بالکل مردہ نہیں ہوتا اس لئے اندھی تقلید کا وہ سیل بلاخیز جو مغربیت کے زہر اور فساد کو پھیلاتا رہتا ہے ان اسلامی دوشیزاؤں

کو پوری طرح اکھاڑ نہیں سکتا اور نہ ہی عصر حاضر کے خیزہ کن محرکات جن کا وہ سامنا کر رہی ہیں ان کی اندرونی کیفیات کو بالکل محو کر سکتی ہیں کیونکہ گھر کے اندر بچپن میں ان کے دلوں میں ایمانی غیرت کا بیج بو دیا گیا تھا۔

لہذا میرا عقیدہ ہے کہ ایک ماں، لڑکیوں کی خالص اسلامی نشو ونما کرنے میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہے جب کہ وہ پاکیزہ اسلامی اخلاق کا اسوہ حسنہ اور اعلی کردار کا مثالی نمونہ ہو ایسا اسوہ جس کو نوجوان لڑکیاں فخر وسعادت سمجھ کر اپنا ئیں، اسی طرح ایک باوقار استانی اور معلّمہ جو اعلی اخلاق وکردار سے مزین ہے وہ اپنی طالبات کے لئے اسوہ حسنہ بن سکتی ہے جو اپنی شاگرد لڑکیوں کو ایمان کے ہتھیار سے لیس ہونے اور اخلاق حسنہ سے مزین ہونے پر ابھار سکتی ہے تا کہ ان کو پرفریب کھوٹی تہذیب کے سراب اور مایا جال سے دور کر سکتی ہے جو تہذیب ہمارے اقدار اور تمدنی سرمایہ اور ہمارے بنیادی اصولوں کو مٹانے کے درپے ہے۔

اور اسی طرح تعلیمی وتربیتی پروگرام جو ہمارے ذرائع ابلاغ نشر کرتے ہیں ان کو غیروں کی تہذیب وتمدن کا مقابلہ پوری قوت وطاقت سے کرنا چاہئے کیونکہ ان کا مقصد ہم پر فکری حملہ کرنا اور ہماری نئی نسل کی عقلوں کو اسلام مخالف بنانا ہے۔

لہذا ہمارے ذرائع ابلاغ کے لئے ضروری ہے کہ ان کے تمام پروگراموں کی بنیاد دین حنیف کے اصول ومبادی اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ کی مثالی زندگی پر ہو نیز ان کے علاوہ وہ خواتین اسلام اسوہ اور نمونہ ہوں جنہوں نے تاریخ رقم کی ہے اور اپنے اخلاق وکردار سے ایثار وقربانی کی راہ میں روشن نقوش ثبت کئے ہیں جو آج بھی تاریخ کے صفحات اور زمانہ کی دیوار پر پوری آب وتاب سے چمک رہے ہیں۔

یقیناً ہماری نوجوان دوشیزاؤں کا ان تاریخ ساز باکمال مثالی خواتین اسلام کی اقتدا کرنا ان کے دلوں اور اخلاق وکردار پر اسلامی اعلی قدروں اور اخلاق حسنہ کا انمٹ اثر چھوڑے گا اور مغرب کی عریاں اور غیر فطری تہذیب کا مقابلہ کرنے میں مضبوط قلعہ ثابت ہوگا جس کو اہل یورپ

اپنے تمام جدید و مؤثر وسائل و ذرائع ابلاغ کے توسط سے شب و روز پھیلانے اور عام کرنے میں مشغول ہیں تاکہ مسلمانوں اور خواتین اسلام کو خاص کر اسلامی تہذیب و ثقافت، دینی شعائر و معالم اور پاکیزہ فکر، صالح طبیعت سے محروم کر کے ان میں فحاشی و بے شرمی اور مادہ پرستی کا زہر پھیلا دیں اور ہمارے اسلامی و عربی معاشرہ کی صالح و پاکیزہ بنیاد کو اکھاڑ پھینکیں۔

عورت اور رفاہی خدمات

دکتور زید بن محمد الرمانی، سعودی عرب
(الوعی الاسلامی، شمارہ:۴۵۲)

خواتین اسلام نے مختلف شکل وصورت سے خیرات وصدقات اور نیکی وتقوی کے کاموں میں عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں اور قابل فخر کردار ادا کیا ہے اس لئے کہ ان کے اندر کار خیر کی بھرپور استعداد اور صلاحیت ہے مسلمان خاتون اپنی ذاتی وجدانی خوبیوں کی وجہ سے ان کاموں میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

اور جس صفت میں وہ سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں محبت وہمدردی اور وجدان غالب ہے اسی وجدان صفت کی بدولت وہ خیر وبھلائی کے کاموں میں زیادہ حصہ لیتی ہے، علمی تحقیقی مقالوں اور انفرادی تجزیوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ محبت ووجدان کی کثرت وصلاحیت وہ خاص وصف ہے جس سے عورت آراستہ ومزین ہے۔

اور خوبی وصلاحیت کو خیر کے کاموں میں استعمال کرانا بہت آسان ہے اس لئے کہ ایک عورت ذات، یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر زیادہ قادر ہوتی ہے، اور دوسری خواتین پر اثر انداز ہو کر زندگی کے میدان میں خیر وبھلائی اور نیکی کے نام پر کام کرنے میں، ان کے جذبات ورجحانات کو ابھار سکتی ہے اور ان سے بہت بڑے بڑے عوامی رفاہی اور اصلاحی وتربیتی کرا سکتی ہے۔

استاذ سلیمان بن علی العلی اپنی کتاب (تنمیة الموارد البشریة والمالیة فی المنظمات

الخیریۃ) میں لکھتے ہیں کہ عہد نبوت میں اسلامی خواتین اپنے فارغ اوقات کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں عملی حصہ لے کر کار آمد بناتی تھیں۔

لہذا ام المؤمنین زینب بنت جحشؓ دست کاری میں بہت ماہر تھیں امہات المؤمنین کے درمیان سب سے زیادہ صدقات وخیرات کرنے والی تھیں وہ چمڑے کو دباغت دے کر اس کی سلائی کر کے مختلف چیزیں تیار کرتی تھیں پھر اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیتی تھیں۔

اسی طرح بہت سی صحابیاتؓ خیر و بھلائی کے جذبہ سے محض اللہ کے لئے میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، اور دوسرے رفاہی کاموں میں حصہ لیتی تھیں۔

ان کی لمبی فہرست ہےاور ہمارے اس عہد وزمانہ میں چونکہ پے در پے حادثات ہوتے رہتے ہیں، آفتیں اور قدرتی مصائب آتے رہتے ہیں اور اسلامی ملکوں پر بلا جواز جنگیں مسلط کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے کتنے ہزار بچے یتیم اور بے شمار عورتیں بیوہ ہوجاتی ہیں ہزاروں افراد اپاہج اور معذور اور بے سہارا ہوجاتے ہیں ان کی اعانت کرنا اوران پر توجہ دینا اور مدد کرنا ضروری ہے تاکہ اپنی زندگی کے بقیہ ایام کسمپری کے حالات میں گذارنے سے محفوظ رہیں۔ ان کی بازآبادکاری اور دست گیری بہت نیکی کے کام ہیں۔

لہذا کچھ رفاہی خدمات کی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ عورتوں کی کمیٹی اور تنظیم قائم کریں جو خاص کر عورتوں میں رفاہی خدمات انجام دیں اور کار خیر میں سرگرم ہوں خیر کے کاموں میں عورت کے کام کرنے کا میدان نمایاں ہے جیسے محتاج ونادار خاندان کی مدد واعانت کرنا، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنا، عطایا وصدقات جمع کرنا اور رفاہی خدمات کا سیل قائم کر کے ضرورت مندوں کی مدد کرنا، رفاہی اور عوامی مدد کے پروگراموں میں شرکت کرنا، ریلیف ویک یعنی امدادی ہفتہ منانا، خاندانی امداد تقریبات منعقد کرنا اور زچہ بچہ کی تربیت کا کیمپ لگا کر صحت وتندرستی کے کاموں اور اصولوں سے آگاہ کرنا، معذور بے سہارا خواتین کی بھلائی کے پروگرام چلانا، غریب

خاندانوں اور گھرانوں کو باعزت طریقے سے روزی روٹی کمانے کے ذرائع وآلات مہیا کرانا وغیرہ بہت سے کار خیر میں عورتوں کو شریک کیا جاسکتا ہے اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

ان سب کے باوجود ہم عصر مسلمان عورت کا کردار محدود ہے اور یہ ایسے وقت میں ہورہا ہے کہ یورپین ممالک میں عورتیں امدادی وسماجی کاموں میں حصہ لے رہی ہیں خاص کر آفت زدہ یا غریب ملکوں میں امریکی امدادی ورفاہی تنظیموں کے تحت کام کررہے ہیں بلکہ پچاس فیصد رضاکارانہ طور پر کام کرنے والی عورتیں ہیں اور امریکہ میں ایک تحقیقی جائزے میں بتایا گیا ہے کہ وہاں ستر فیصد عورتیں سوشل ورکر اور خدمات عامہ میں سرگرم عمل ہیں۔

اور رفاہی تنظیموں اور جماعتوں کے سروے سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں سے حاصل ہونے والے امدادی سامان اور دیگر امدادی اشیاء کی قیمت سالانہ ۸۲ ملین امریکی ڈالر تک پہنچ جاتی ہے، اور امدادی اشیاء جمع کرنے والے افراد جو رفاہی تنظیموں میں کام کرتے ہیں ان میں ۲۵ رفیصد خواتین ہوتی ہیں ان جائزوں اور سروے رپوٹوں کا مطالبہ کرنے والوں کے نزدیک رفاہی کاموں میں عورتوں کے کردار کی بہت اہمیت ہے اور خاص کر جب کہ ہمیں معلوم ہے امدادا ورفاہی تنظیموں اور سماجی جماعتوں میں جو عورتیں حصہ لیتی اور شرکت کرتی ہیں وہ صرف عام عورتیں نہیں بلکہ ان میں اونچے عہدوں پر فائز اور بڑی بڑی تعلیمی ڈگریاں رکھنے والی معزز خواتین بھی ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ مسلم ممالک کے مقابلہ میں یورپی رفاہی ادارے عورتوں کی صلاحیت وقدرت سے پورا پورا فائدہ عملی طور پر امدادی وسماجی اور رفاہی کاموں میں اٹھارہی ہیں اور ان کام کرنے والی خواتین اونچے اونچے مرتبے تفویض کرتی ہیں اور ہر ممکن انسانی اور مغربی سہولیات فراہم کرتی ہیں جن سے وہ سماجی خدمات اور سوشل ورک میں پوری مدد لیتی ہیں۔

جب کہ ان رفاہی کاموں اور سماجی خدمات میں مسلم خاتون کی ہمت افزائی ہم کو

دوسری قوموں اور ملکوں سے زیادہ کرنی چاہئے اور ہم پر لازم ہے کہ ان خواتین کو مادی اور روحانی اعتبار سے خود کفیل بنائیں اور ہر قسم کی دنیاوی فکر سے آزاد کر کے اس کی تخلیقی اور اجتماعی اور فکر طاقتوں اور صلاحیتوں کو آگے بڑھائیں تا کہ نیکی و بھلائی کا محل تعمیر کرنے میں شریک ہو اور کار خیر کے قافلہ کو پوری تہذیبی اور ثابت قدمی سے آگے بڑھائے اسی کے ساتھ مسلمان خاتون کو ایسا پاکیزہ ماحول اور فضا بھی میسر ہو جو دین اسلام اور اس کی تعلیمات پر کار بند ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ملکوں اور شہروں میں رفاہی کاموں کو ہر مسلمان فرد کی جدوجہد اور اس کی صلاحیت وطاقت کی سخت ضرورت ہے اور یہ ضرورت اسلامی معاشرے کے تمام گوشوں کے لئے ہے۔

یورپ میں عورتوں کو زدوکوب کرنا پسندیدہ عمل ہے

نبیلہ عبدالعزیز حویحی (مصر)

کنیڈا کے اندر۱۱۴/ایسی تنظیمیں ہیں جن کا مقصد ہی ان مردوں کا علاج کرنا ہے جو بیویوں کو ضرب لگاتے ہیں اوران پر تشدد کے پہاڑ ڈھاتے ہیں، ان عورتوں کی مدد اور تعاون کرنا ہے جو ظلم وستم کی ماری ہوئی ہیں اور قتل کی دھمکیاں سنتی رہتی ہیں۔

ایک سروے کے مطابق ایک تہائی سے زائد قتل کے حادثات ایسے ہیں جن میں شوہروں نے بیویوں کو قتل کیا ہے، اور ۸۱/ فیصد واقعات ایسے بھیانک ہوتے ہیں کہ مار پیٹ کی شکار عورتوں کو ہاسپیٹیل میں داخل کرنا پڑتا ہے، عورتوں کی ترقی وخوشحالی کے لئے فرانس کے اندر مشہور دسیوں ایسی تنظیمیں ہیں جو خاص طور سے انہی جیسے حالات کے لئے قائم کی گئی ہیں۔

فرانسیسی اپنی بیویوں کے ساتھ سختی کا معاملہ شاید اس لئے کرتے ہیں کہ وہ فرانسیسی ادیب ''کندردوماس'' کی اس عبارت سے متاثر معلوم ہوتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ''فرانسیسی عورت گوشت کے ٹکڑے کے مانند ہے جتنا اسے مارو اتنا وہ نرم ہوتی ہے''۔

سرکاری سروے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، سرکاری سروے کے مطابق فرانس کے اندر تقریباً ۲۰/لاکھ عورتیں مار پیٹ اور ہر طرح کی سختی اور پریشانی کا شکار ہیں۔

اٹلی کے اندر ہر دس عورتوں میں سے ایک عورت ایسی شدید مار پیٹ سے دوچار ہوئی ہے کہ بیشتر اوقات اسے آئی سی یو میں داخل کرنا پڑتا ہے۔

سخت قوانین کے باوجود اکثر ترقی یافتہ ممالک میں اس طرح کے واقعات کے پھیلنے

اوراس میں اضافہ ہونے کی وجہ سے معاشرتی تحقیقات ومعلومات کی تحقیق کی جاتی ہے اوران پر نگاہ رکھی جاتی ہے، ان تحقیقات کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ اس طرح کے خوفناک واقعات کے اسباب کی تحقیق اوراس کی چھان بین کی جائے جن کی وجہ سے مغربی تہذیب داغدار ہورہی ہے، ان تحقیقات اور مطالعوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مارنے پیٹنے جیسے گھناونے فعل کا ارتکاب وہی لوگ کرتے ہیں جو شراب اور نشہ آور چیزوں کے عادی ہوتے ہیں اور جو سخت مزاج ہوتے ہیں، مرد حضرات اس فعل کے جواز میں یہ کہتے ہیں کہ عورتیں خود اس کا سبب بنتی ہیں، مثلاً عورتوں کا کام نہ کرنا، بیگاری کرنا، قرضوں کا بڑھانا اور اخلاقی گراوٹ یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے عورتیں مار کھاتی ہیں، لیکن ان واقعات اور حادثات کی جو سب سے بڑی وجہ ہے یعنی دین سے دوری، اس کی طرف ان تحقیقات نے توجہ نہیں دی اور شاید ایسا ہوگا بھی نہیں۔

تقلید کا بخار:

ہمارے ملک میں عورتوں پر ہونے والے ظلم وتشدد کے متعلق زیادہ سے زیادہ صحافتی تحقیقات کو پڑھنے اوران پر غور کرنے کے بعد مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ یہ صورتحال اسلامی معاشرہ کے اندر بھی پائی جاتی ہے لیکن اس پر توجہ نہیں دی گئی، جبکہ صورتحال یہ ہے کہ عورتوں پر ظلم وزیادتی کرنے کے علاوہ مردوں کا کوئی اور کام ہی نہیں ہے، یہ اندازہ اخباری تحقیقات کے مطالعہ سے ہوا لیکن جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تمام تحقیقات تحقیقی اسپرٹ سے زیادہ تقلید کا شکار ہیں، ان تحقیقات میں سچائی کم، تقلیدی اثرات زیادہ ہیں، میں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے اسلامی معاشرے کے اندر عورتوں کو مارنے کا رجحان نہ تو بڑھ رہا ہے اور نہ ہی عام ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں اس طرح کے واقعات ایک چھوٹی سی جماعت کی اخلاقی بگاڑ اور اس غلط تصور کا نتیجہ ہے کہ عورت پر کنٹرول کے لئے ضروری ہے کہ اسکو کوڑے کی زد میں رکھا جائے، اس کے باوجود میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ ہمارے ملک

کے اندر لا خانگی تشدد کا وجود نہیں جو بسا اوقات جسمانی تشدد تک پہنچ جاتا ہے، لیکن جن لوگوں نے اس مسئلہ کو موضوع بحث بنایا ہے ان کے پورے احترام اور عزت کے ساتھ ان سے مجھے یہ شکایت ہے کہ انہوں نے کیوں اس بات کا پروپیگنڈہ کیا، اور اس کو عام کیا کہ ہمارے ملک کے اندر عورتوں پر ظلم وستم عام ہے، یہ حرکت خواہ کوئی بھی کرے گھر کا ہو یا باہر کا یہ معاشرہ اور سماج کے ساتھ دھوکہ اور خیانت ہے، اسلام کے بدخواہوں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو اپنے پیروکاروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو ماریں، ان پر ظلم کریں، حالانکہ جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ان کو خوب معلوم ہے کہ دنیاوی قوانین ہی نے عورتوں پر ظلم ڈھائے ہیں، انہی قوانین نے عورتوں سے ان کے حقوق، ان کی عزت اور مقام ومرتبہ چھین لیا ہے، ہر روز تلخ ثمرات سامنے آرہے ہیں، گھر کے گھر برباد ہورہے ہیں، نسل کی نسل تباہ ہورہی ہے، عورت فقط گھٹیا لطف اندوزی کا سامان بن کر رہ گئی ہے، اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے کہ اسلام نے عورت کو آزادی عطا کی ہے اور اسی نے عورت کو جسمانی وروحانی اعتبار سے آزاد کیا ہے، اور ظلم وزیادتی کی تاریکیوں سے نکال کر عدل وانصاف اور عزت وشرافت کی پرنور فضا میں لا کھڑا کیا ہے، تاکہ بغیر کسی خوف واندیشہ کے معاشرہ کے اندر اپنا رول ادا کرسکے۔

شاید یہ بہتر ہوگا کہ میں سب سے پہلے ان لوگوں کے اس گمان کی نفی کردوں جو ان کے درمیان عام ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی توہین کرتے تھے، اور ان کے مقام ومرتبہ سے چشم پوشی کرتے تھے اور ان کو حقیر سمجھتے تھے، ہاں کچھ ایسا کرتے تھے لیکن ان لوگوں کے جرم کا مواخذہ پوری قوم سے نہیں کیا جاسکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ عرب اپنے قصائد کا آغاز ہی غزل سے کرتے تھے، جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے محبوب کے سامنے اپنے اچھے اخلاق اور اچھی عادتوں کو پیش کریں اور اپنی عورتوں کے اخلاق پر فخر کریں۔

جب اسلام آیا اور اس کے اوپر کرم نے عورتوں کی زندگی کو بھی گلزار کردیا تو مردوں کی سختی اور قساوت قلبی سے انہیں چھٹکارا ملا اور وہ بھی جسمانی اور روحانی اعتبار سے آزاد ہوگئی (رکائز

الاسلام بین العقل والقلب-الشیخ محمد الغزالی)۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں، شریف آدمی ہی اپنی بہنوں کی عزت کرتا ہے اور کمینہ شخص اپنی بہن کی بے عزتی اور توہین کرتا ہے، ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت یہ شکایت لے کر آئی کہ اس کے شوہر نے اس کو بہت مارا ہے، تو آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارا ہے، پھر اس کو گلے لگاتا ہے، کیا اسے شرم نہیں آتی؟ (طبقات ابن سعد ۸/۵۰۲)۔

امام زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی زیادتی کی وجہ سے ان کو مارنے کی اجازت دیدی تو اگلے دن صبح کے وقت ۷۰ عورتیں آپ ﷺ کے دروازے پر مردوں کی شکایت لے کر حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں کو مارتے ہی ان کو اچھا مت جانو" (اسد الغابہ ۳/۳۸۱)۔

ایک بار آپ ﷺ نے سوچا کہ عورتوں کو مردوں سے بدلہ لینے کا حق دیدی تو یہ آیت نازل ہوئی:

"الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله واللاتى تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا إن الله كان عليماً كبيراً" (النساء:۳۴)۔

اس آیت کریمہ کے اندر تادیباً مارنے کا حکم نافرمان عورتوں کے ساتھ خاص ہے، مرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ مذکورہ دیگر اسباب اختیار کئے بغیر عورتوں کو ماریں، اور مارنے کی اجازت بھی اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ مار سخت اور ضرر رساں نہ ہوں اور چہرہ پر نہ ماریں۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ جو عورتیں نیک ہیں اور اپنے شوہروں کی فرمانبردار اور اطاعت گزار ہیں اور جو اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرتی ہیں ان کا اسلام میں بڑا مقام ومرتبہ

ہے، عورتوں کو اس طرح نہیں مارنا چاہئے کہ جس سے ہڈیوں کے جوڑے ڈھیلے پڑ جائیں اور نہ ہی غصہ اور تنگ مزاجی کی وجہ سے مارنا چاہئے، بلکہ اس کا مقصد صرف اور صرف عورتوں کی کج روی دور کرنے اور ان کے اخلاق و عادات کو درست کرنے کے واسطے ہونا چاہئے، مزے کی بات یہ ہے کہ اس طرح کی مار اور تادیب کا فائدہ بھی عورت کو ہی ہوگا، اس کی عزت محفوظ رہے گی اور شوہر کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد بیجنگ کے اندر ہونے والی حالیہ کانفرنس کی تردید کرنا نہیں ہے جہاں اسلامی اصول وروایات کا چیلنج کیا گیا ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرہ کے اندر عورتوں کو مارنے پیٹنے کی عادت کو رواج نہ دیں یہ اصلاً مغرب کی پیداوار ہے اور اہل مغرب کی عادت ہے۔

اسلام میں عورت کے جذبات کی رعایت

محمد رشید العوید (سوریا)

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

”ولا یحل لکم أن تأخذوا مما آتیتموهن شیئاً إلا أن یخافا ألا یقیما حدود الله فإن خفتم ألا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به تلک حدود الله فلا تعتدوها ومن یتعد حدود الله فأولئک هم الظالمون“ (سورۃ البقرہ:۲۲۹)۔

اس آیت کریمہ سے ان حقوق کا پتہ چلتا ہے جن سے اسلام نے عورت کو نوازا ہے، اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ایک شوہر اپنی بیوی کے ساتھ جو حسن سلوک کرتا ہے، اس کو اس کا مہر، نان ونفقہ اور دیگر ہدیہ وتحائف جو بیوی کو دیتا ہے اگر بیوی کو طلاق دیدے تو ان میں سے کچھ بھی دوبارہ واپس نہیں لے سکتا، کیونکہ اسی مہر اور نان ونفقہ کے عوض میں اس کو ملک بضع حاصل ہوتا تھا، اور عورت سے فائدہ اٹھایا تھا، اس لئے اس کے لئے جائز نہیں کہ اس میں سے کچھ بھی وہ دوبارہ حاصل کرے، اور اس تحریم کے اندر یہ بھی شامل ہے کہ مرد بیوی کو اتنا تنگ نہ کرے کہ بیوی شوہر کو فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کرنے پر مجبور ہو جائے، اللہ تعالی سورہ نساء کے اندر فرماتا ہے: **”ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض ما آتیتموهن“** (النساء: ۱۹) (عورتوں کو اس غرض سے پریشان نہ کرو کہ تم نے جو کچھ ان کو دیا ہے ان میں سے کچھ حاصل کرو)۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ آیت ''جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی'' اوران کے شوہر'' ثابت بن قیس بن شماس'' کے معاملہ میں نازل ہوئی، جمیلہ اپنے شوہر ثابت کوسخت ناپسند کرتی تھیں، اوران کے شوہران سے بہت محبت کرتے، ایک دن جمیلہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ مجھ کو میرے شوہر سے الگ کردیا جائے، کیونکہ میں انہیں ناپسند کرتی ہوں، ان کا قد بہت چھوٹا ہے، وہ بہت ہی بدصورت اور کالے ہیں، میں اسلام کے بعد کفر کو ناپسند کرتی ہوں تو ثابت بن قیس آپ ﷺ سے درخواست کہ کہ اے اللہ کے رسول اسے کہتے کہ وہ مجھے میرا باغ لوٹادے جو میں نے اس کو دیا ہے، تو آپ ﷺ نے جمیلہ سے اس کی رائے معلوم کی، تب جمیلہ نے کہا کہ ٹھیک ہے میں باغ دوں گی اوراس سے زیادہ بھی دوں گی، تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ نہیں، صرف اس کا باغ اس کو دیدو، اور پھر آپ ﷺ نے ثابت سے کہا کہ جو تم نے اس کو دیا ہے وہ لےلواوراس کو چھوڑ دو، توانہوں نے ایسا ہی کیا، اور یہ اسلام میں خلع کا پہلا واقعہ تھا (فی سنن أبی داؤد أن المرأۃ حفصۃ بنت سہل الانصاریہ)۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت شوہر کے معاملہ میں اس بات سے ڈرتی ہے کہ کہیں اس سے اللہ کی نافرمانی سرزد نہ ہوجائے، اور شوہر ڈرتا ہے کہ اگر بیوی نے اس کی اطاعت نہ کی تو وہ اس کو مارے بیٹھے گا، بسااوقات یہ خوف دونوں کو ہوتا ہے، کبھی تو عورت شوہر کے فقر وفاقہ کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور کبھی اس کی بدصورتی یا اس کی نفرت انگیز بیماری کی وجہ سے اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، اس بنیاد پر عورت کو اسی بات کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں وہ شوہر کی اطاعت نہ کرکے خدائی نافرمانی نہ کربیٹھے اور شوہر اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرکے اللہ تعالی کی معصیت میں نہ پڑ جائے، دونوں کا یہ خوف دونوں کو ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے روکتا ہے، اور یہ خوف اسلامی اسلامی تعلیمات سے پیدا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کا کتنا خیال رکھا ہے۔